بازارِ تکفیر شباب پر ہے



مُصنّف

ابو العطیٰ حضرت مولانا مفتی محمد عبدالسلام امجدی برکاتی

متھلا بہاری نگر پالیکا، تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)

جنرل سکریٹری مسلم بورڈ نیپال (قطریونٹ)



ناشر

کنز الایمان فاؤنڈیشن

تاراپٹی مشرقی محلہ ضلع دھنوشہ، جنکپور (نیپال)

www.barkatussunnah.com

درود تاج

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنا وَمولانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاج وَالْمِعْرَاجِ وَالْبُرَاقِ وَالعَلَمِ دَافِعِ البَلاءِ وَالوَبَاءِ وَالقَحطِ وَالمَرَضِ وَالْاَلَمِ اِسمُہٗ مَکتُوبٌ مَّرفوعٌ مَّشْفُوعٌ مَّنقُوشٌ فِي اللَّوحِ وَالقَلَمِ سَیِّدِ العَرَبِ وَ الْعَجَمِ جِسمُہٗ مُقَدَّسٌ مَّعَطَّرٌ مَّطَھَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِي البَیْتِ وَالْحَرَمِ شَمسِ الضُّحٰی بَدْرِ الدُّجٰی صَدْرِ الْعُلٰی نُورِ الْھُدٰی کَھْفِ الْوَرٰی مِصْبَاحِ الظُّلَمِ جَمِیْلِ الشِّیَمِ شَفِیْعِ الْاُمَمِ صَاحِبِ الجُودِ وَالکَرَمِ وَاللهُ عَاصِمُہٗ وَجِبْرِیْلُ خَادِمُہٗ وَالْبُرَاقُ مَرْکَبُہٗ وَالْمِعْرَاجُ سَفَرُہٗ وَسِدْرَۃُ الْمُنْتَھٰی مَقَامُہٗ وَقَابَ قوسَینِ مَطلُوبُہٗ وَالمَطْلُوبُ مَقصُودُہٗ وَالْمَقْصُودُ مَوْجُودُہٗ سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ خَاتَمِ النَّبِیّنَ شَفِیْعِ الْمُذْنِبِیْنَ اَنِیْسِ الغَرِیْبِیْنَ رَحمَۃٍ لِّلْعٰالَمِینَ رَاحَۃِ العَاشِقِینَ مُرَادِ المُشْتَاقِیْنَ شَمسِ الْعَارِفِینَ سِراجِ السَّالِکِیْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِینَ مُحِبِّ الْفُقْرَآءِ وَالغُرَباءِ والمَسَاکِینَ سَیِّدِ الثَّقَلَیْنِ نَبِیِّ الْحَرَمَینِ اِمامِ الْقِبْلَتَینِ وَسِیْلَتِنَا فِي الدَّارَیْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَیْنِ مَحبُوبِ رَبِّ الْمَشرِقَیْنِ وَ رَبِّ الْمَغرِبَینِ جَدِّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَیْنِ مَوْلَانَا وَمَوْلَی الثَّقَلَیْنِ اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللهِ نُورٍ مِّنْ نُورِ اللهِ یَآاَیُّھَا الْمُشْتَاقُونَ بِنُورِ جَمَالِهِ صَلُّوا عَلَیْهِ وَآلِهٖ وَسَلِّمُوا تَسلِیمًا۔

Designed: Ahmad Graphics, Patna, Mob.: 8521889323

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

بازار تکفیر شباب پر ہے

مؤلف

ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی

متھلا بہاری نگر پالیکا، تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)

ناشر

کنزالایمان فاؤنڈیشن، متھلا بہاری نگر پالیکا

تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)

نام کتاب:	بازار تکفیر شباب پر ہے
مصنف :	ابوالعطر محمد عبدالسلام امجدی برکاتی
سنہ تالیف :	اپریل ۲۰۲۰ء
ناشر :	کنزالایمان فاؤنڈیشن، متھلا بہاری نگر پالیکا تاراپٹی، دھنوشا (نیپال)
سیٹنگ :	مفتی کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی (بنوٹا، نیپال)
تعداد :	
صفحات :	۶۴
قیمت :	

ملنے کے پتے

www.barkatussunnah.com

فہرست

نوٹ:

حضور شیر نیپال علیہ الرحمہ کی تصانیف وتالیفات اور آپ کی حیات وخدمات کے مختلف گوشوں پر کتابوں اور مضامین ومقالات کا مطالعہ کرنے کے لئے درج ذیل ویب سائٹ پر ضرور تشریف لائیں۔

www.barkatussunnah.com

اور بھی دیگر دینی کتابوں اور مضامین کا مطالعہ کرنے کے لئے مذکورہ بالا ویب سائٹ وزٹ کر سکتے ہیں۔ نیز علمائے اہل سنت نیپال اپنی تصانیف اس ویب سائٹ پر اپ لوڈ کروانے کے لئے فقیر سے رابطہ کریں ان شاء اللہ بعد معائنہ وتحقیق کتابیں اپ لوڈ کر دی جائیں گی۔ واٹس اپ نمبر 0097431402499

حرفِ چند

اپریل ۲۰۲۰ء میں حضرت مولانا شہاب الدین حنفی صاحب متوطن سیمردہی (نیپال) نے ایک طویل مضمون ''تکفیر مسلم کا بھیانک چہرہ'' فقیر کے واٹساپ پر بغرض اصلاح ونظر ثانی بھیجا۔ چونکہ اس وقت میں خود بہت زیادہ مصروف تھا، معارف شیر نیپال کی تیاریوں کے ساتھ دیگر تصانیف وتالیفات اور آفس کے کاموں کی وجہ سے اس مضمون کی تصحیح ونظر ثانی سے جی چراتا رہا۔ پھر کچھ روز بعد اس مضمون کو اول تا آخر پڑھا اور مطالعہ کے دوران بہت سی کتابوں سے ضروری مواد ومضامین کا اضافہ کرتا رہا۔ ایک ہفتہ تک یہ سلسلہ رہا اور پھر ہفتہ بھر بعد دیکھا تو مضمون سے ایک رسالہ تیار ہوگیا۔

مضمون نگار کو مشورہ دیا کہ اسے کتابی شکل میں شائع کروائے نافع کتاب ہے اور ایسی کتاب کی ضرورت بھی تھی۔ مگر بعض وجوہ کی بنا پر طباعت کا کام ملتوی رہا اور پھر تقریبا چار ساڑھے چار سال کا طویل عرصہ گذر گیا اور اس پر کیا گیا کام یونہی زیر التوا رہا۔ پھر جب مجھے ایسا لگا کہ مضمون نگار کتاب کی اشاعت میں شاید دلچسپی نہیں لے رہے ہیں اسی لئے ان کے مضمون کا کچھ حصہ شامل کتاب رکھا اور باقی حصہ نکال کر پھر سے کتاب کی نظر ثانی کی گئی اور بعد تکمیل فی الحال برقی اشاعت کی جارہی ہے اور ان شاء اللہ بعد کو طبع کرواکر منظر عام پر لائی جائے گی۔

ایسے بھی اب لوگوں کی دلچسپی کتب کے مطالعہ میں پہلے کی طرح نہ رہی اور نہ کتاب خرید کر پڑھنے کی وہ رغبت ہے جو کبھی ہوا کرتی تھی۔ طباعت کروانے کے بعد بھی اکثر لوگ پی ڈی ایف فائل ہی بہ اصرار طلب کرتے ہیں، اس لئے فقیر نے ایک ویب سائٹ بھی بنام ''www.barkatussunnah.com'' لانچ کیا ہے جہاں پی ڈی ایف فورمیٹ میں کتابیں شائع کی جاتی ہیں، دن بہ دن اس ویب سائٹ پر صارفین وقارئین کا اضافہ ہورہا ہے۔ یہ کتاب بھی دیگر کتابوں کی طرح مذکورہ ویب

سائٹ پر مطالعہ اور ڈاؤن لوڈ کی جاسکتی ہے۔ کتاب مطالعہ کرنے کے ساتھ دائیں جانب چھوٹی تیر کی علامت پر کلک کرکے کتاب ڈاؤن لوڈ بھی کی جاسکتی ہے۔

چونکہ اس کتاب کا سبب مولانا محمد شہاب الدین حنفی صاحب کا مضمون ہے اس لئے ان کا ممنون ومشکور بھی ہوں اور حضرت مولانا مفتی کلام الدین نعمانی مصباحی امجدی کا بھی ممنون ومشکور ہوں جنہوں نے پروف ریڈنگ اور کتاب کی سیٹنگ کرکے فقیر کا تعاون فرمایا۔ اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

ابو العطر محمد عبد السلام امجدی برکاتی

متھلا بہاری نگر پالیکا، تاراپٹی دھنوشا (نیپال)

حال مقیم: دوحہ قطر

۱۶ محرم الحرام ۱۴۴۶ھ

مطابق ۲۱ جولائی ۲۰۲۴ء شب دوشنبہ

نوٹ:

اس کتاب کی تیاری کے علمائے اہل سنت کے کئی ایک کتابوں اور مقالات سے استفادہ کیا گیا ہے، کتاب میں جن عربی کتب کی عبارت کا حوالہ دیا گیا ہے ان میں اکثر اصل کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے، نیز بعض جن اردو کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے اور ان میں جن بڑی عربی کتابوں کا حوالہ دیا گیا تھا تو ان میں سے اکثر کا اصل سے مطابقت کی گئی ہے، مگر افسوس کہ تقریبا چار سال کا عرصہ گذر جانے کی وجہ بعض ان اردو کتابوں کا نام ذہن میں نہیں رہا جن سے براہ راست استفادہ کیا گیا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَ نَسْتَعِينُهُ، مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ، وَ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ وَ أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَ رَسُوْلُهُ، أَمَّا بَعْدُ۔

مذہب اسلام ایک آفاقی مذہب ہے:

اسلام ایک آفاقی اور اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ مذہب و دین ہے، اس کے تمام اصول و قوانین حکمت سے لبریز ہیں اور ان کے مطابق حیات کا ہر لمحہ بسر کرنا دینوی و اخروی ضمانت وسعادت اور فوز و فلاح کا باعث ہے اور یہی مطلوب شریعت ہے۔ اسلام یہ چاہتا ہے کہ امت مسلمہ کا کوئی فرد اسلامی اصول وقوانین کی خلاف ورزی کر کے جہنم کا حقدار نہ بنے، بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ ہر فرد بشر اسلام کا کلمہ سچے دل سے پڑھ کر اسلامی تعلیمات واحکامات پر عمل پیرا ہو کر جنت اور اس کی نعمتوں کے مستحق بنے۔ اللہ تعالیٰ نے جہنم میں لے جانے والے اعمال سے بچنے کا حکم فرمایا، جنت میں لے جانے والے کی رہنمائی فرمائی اور اسی کی تبلیغ نبی آخر الزمان محمد عربی روحی فداہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی۔ رات و دن حضور رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم اسلام کی تبلیغ کے لئے جد و جہد کی اور اسلام میں داخل ہونے والے مسلمانوں کے اخروی کامیابی کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔ اللہ تعالیٰ سے امت مسلمہ کی بخشش ونجات کے لئے دعائیں کرتے رہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی شفیع امت صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا کہ امت کے حق آپ کی شفاعت قبول فرمائے گا۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی امت کے لئے، اس کی نجات کے لئے، عذاب جہنم سے بچانے کے لئے کس قدر فکر مند رہتے اور امت کے بعض افراد کے لئے بعض اعمال کی بنا پر ہونے والے عذاب سے کس قدر رنجیدہ ہوتے تو اس کا اندازہ درج ذیل حدیث پاک سے لگایا جا سکتا ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ جُبَيْرٍ، عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ، أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: تَلَا قَوْلَ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فِي إِبْرَاهِيمَ: {رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي} [إبراهيم: 36] الْآيَةَ، وَقَالَ عِيسَى عَلَيْهِ السَّلَامُ: {إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} [المائدة: 118]، فَرَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ: اللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي، وَبَكَى، فَقَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ: يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ، وَرَبُّكَ أَعْلَمُ، فَسَلْهُ مَا يُبْكِيكَ؟ فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ، فَسَأَلَهُ فَأَخْبَرَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَا قَالَ، وَهُوَ أَعْلَمُ، فَقَالَ اللّٰهُ: " يَا جِبْرِيلُ، اذْهَبْ إِلَى مُحَمَّدٍ، فَقُلْ: إِنَّا سَنُرْضِيكَ فِي أُمَّتِكَ، وَلَا نَسُوءُكَ ".(مسلم شریف، ص ۱۳۰، حدیث ۲۰۲)

ترجمہ: حضرتِ سَیِّدُنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رَضِیَ اللہُ تعالیٰ عَنْہُما سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سَیِّدُنا ابراہیم عَلَیْہِ السَّلام کے بارے میں نازل ہونے والے اللہ عَزَّ وَجَلَّ کے اس فرمان عالیشان کی تلاوت کی :رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَن تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي۔ (پ ۱۳، ابراھیم : ۳۶) اے میرے ربّ! بے شک بتوں نے بہت لوگ بہکا دیئے تو جس نے میرا ساتھ دیا وہ تو میرا ہے۔ پھر قرآن میں موجود حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ السَّلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی :إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ (پ ۷، المائدۃ:۱۱۸) ترجمہ: اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو بے شک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھا دیئے اور بارگاہِ رَبُّ الْعِزَّت میں یوں عرض گزار ہوئے: اَللّٰهُمَّ أُمَّتِي أُمَّتِي یعنی اے میرے ربّ! میری اُمَّت (کو بخش دے) میری اُمَّت (کو بخش دے) اور ساتھ ہی رونے لگے۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے

حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے جبریل! (میرے حبیب) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ! حالانکہ تمہارا رب عَزَّ وَجَلَّ جانتا ہے اوران سے پوچھو کہ انہیں کس چیز نے رلایا ہے؟ آپ نے اُنہیں رونے کا سبب بتایا حالانکہ ربّ عَزَّ وَجَلَّ جانتا ہے، پھر اللہ عَزَّ وَجَلَّ نے حضرت جبریل عَلَیْہِ السَّلَام سے فرمایا: اے جبریل! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس جاؤ! اور کہو کہ ہم آپ کی اُمّت کے بارے میں آپ کو خوش کر دیں گے اور آپ کو غم میں مبتلا نہیں کریں گے۔

(فیضان ریاض الصالحین ج ۴ ص ۲۰۰)

اس حدیث شریف کے تحت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں دستِ کرم بلند کر دیئے اور رب عَزَّ وَجَلَّ سے عرض گزار ہوئے: اے میرے ربّ! میری اُمّت میری اُمّت یعنی اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ میری امت کو بخش دے، اے اللہ عَزَّ وَجَلَّ میری امت پر رحم فرما، دو بار اُمّتی اُمّتی فرمانا تکرار کے لیے ہے یا تاکید کے لیے یا پھر اس سے پہلے کے لوگ اور بعد میں آنے والے لوگ مراد ہیں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم روئے، کیونکہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرتِ سَیِّدُنا ابراہیم اور حضرتِ سَیِّدُنا عیسیٰ عَلَیْہِمَا السَّلَام کی (قرآن میں ذکر کی گئی) شفاعت کا ذکر پڑھا تو آپ کو اپنی اُمّت یاد آ گئی جس کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔

(مرقاۃ المفاتیح ج:۹ ص ۵۲۸ بحوالہ فیضان ریاض الصالحین)

دین میں وسعت وکشادگی ہے:

جس طرح اسلام آفاقی دین ہے اسکا ضابطہ، اسکے قوانین بھی مثل بحر ہیں، فقہ کے جزئیات ہوں یا تصوف کا میدان، یا فن تفسیر ہو، یا حدیث، ہر فن میں اس فن کے امام نے کشادگی رکھی ہے اور قیامت تک آنے والے تمام مسائل کا حل انہیں اصول و ضوابط کی روشنی میں کیا جاتا رہے گا اور امت کی رہنمائی کا فریضہ ہر زمانہ میں انجام دیا

جاتا رہے گا۔ قیامت تک علما، صلحا، فقہا اور مفتیان دین وملت اس فرش گیتی پر تشریف لاتے رہیں گے اور مسلمانوں کو شرعی احکام کی رہبری کرتے رہیں گے۔ انہیں کے ذریعہ دعوت وتبلیغ، رشد وہدایت، تبیین مسائل اور احقاق حق وابطال باطل کا خوبصورت فریضہ انجام دیا جاتا رہے گا۔ خطابت کے ذریعہ، درس وتدریس کے ذریعہ، کتب نویسی کے ذریعہ اور فتویٰ کے ذریعہ دین اسلام کا پیغام عام ہوتا رہے گا اور ان ذمہ داریوں کی اہمیت وعظمت کا آفتاب وماہتاب طلوع رہے گا۔ ہاں ایک بہت اہم ذریعہ دینی ملی اور دیگر مختلف مسائل ومعاملات رہنمائی کا فقہ وفتویٰ ہے اور اس کی حقیقت وافادیت کا انکار کبھی نہیں کیا جاسکتا اور نہ اس کی عظمت وعزت پامال ہوسکتی ہے جب تک غیر جانبدار، غیر متعصب، محتاط، بالغ النظر، حالات وزمانہ کی پیشانی پر ابھرنے والی لکیر کو پڑھنے والے مفتیان وفقیہان اسلام کا وجود مسعود رہے گا۔ یہ اور بات ہے کہ کچھ ناقص الفہم، عجلت پسند، متعصب ومتشدد نام نہاد فتویٰ نویس اپنی کج فکری کے سبب اس کی حرمت وتقدس کو پامال کرنے کی کوشش کرنے کی ناپاک کوشش کریں گے مگر اہل حق اپنے حق نویس قلم کی تلوار سے ایسے لوگوں کو کبھی بخشیں گے نہیں، بلکہ ان کے ناپاک عزائم و حرکات کی ریمارکس کر کے ملت بیضا اور فقہ حنفیہ کی روشن پیشانی کو ہر طرح کے بدنما داغ ودھبہ سے بچانے کی جدوجہد فرماتے رہیں گے۔ اور فقہ کا کوئی باب ہو، اعتقادیات کا کوئی بھی مسئلہ ہو خاص طور پر کفر واسلام کا اہم ترین مسئلہ ان کی نزاکتوں کو سمجھتے ہوئے، شریعت کی جانب سے دی گئی وسعت وکشادگی اور گنجائش کا خیال کرتے ہوئے رہوار قلم کو دوڑاتے نظر آئیں گے اور ہر طرح سے امت مسلمہ کی قیادت وسیادت اور ہدایت کا فریضہ انجام دیتے رہیں گے اور لوگ ایسے علما وفقہا کے ہمیشہ اپنے دینی امور میں محتاج رہیں گے اور جب تک ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلیں گے کامیاب وبامراد رہیں گے اور ان کی مخالفت کر کے گمراہ ومبتلائے صد بلا ہوں گے۔

تکفیر کا مسئلہ نازک تر ہے:

تکفیر کا باب اور اس کا مسئلہ یہ بہت ہی نازک ہے، اس لئے کسی بھی مسئلہ میں حکم کفر لگانے سے پہلے اس کے ہر پہلو پر غور وفکر کرنا اور اسلام کے بیان کردہ اصول کی حفاظت ورعایت کرنا بھی نہایت ضروری ہے اور ہمہ وقت ان پر گہری نظر اور حکم کی تنفیذ کے لئے بالغ النظر، وسیع الفکر، فقہ وافتا اور علم کلام کی باریکیوں کا عالم ہونا اور پھر ان کا پاس ولحاظ رکھنا نہایت ہی ضروری امر ہے اور ان سے چشم پوشی کرنا بہت بڑا جرم ہے۔

تکفیر بلا تحقیق کی مذمت:

(1) اہل سنت کا ایک اصول ہے کہ اہل قبلہ میں سے کسی کو بھی کافر نہیں کہا جا سکتا۔ (شرح عقائد نسفیہ ص ۱۲۱)

(2) کسی مسلمان پر اس وقت تک کفر کا فتویٰ صادر نہیں کیا جا سکتا جب تک اس کی باتوں میں ایمان کی گنجائش باقی ہو۔ (رد المحتار، کتاب الجہاد، فی بیان ارتداد)

(3) ناجائز حیلوں سے کلی اجتناب کریں، اسی طرح ان رخصتوں کی تلاش میں پڑنے سے بھی بچیں جن سے غلط طور پر کچھ لوگ استفادہ کے خواہاں ہوں۔
(اعلام الموقعین ۲ / ۲۵۸)

(4) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کوئی بھی شخص اس وقت تک ایمان سے خارج نہیں ہوسکتا جب تک وہ اس بات کا انکار نہ کرے جس سے وہ ایمان میں داخل ہوا ہے"۔ (رد المحتار، جلد 3، صفحہ۔310)۔

(5) علامہ ملا علی قاری نے فرمایا کہ "کسی مومن کو ایمان سے خارج کرنا ایک سنگین کام ہے"۔ (شرح الشفاء، جلد ۲، صفحہ ۵۰۰)

(6) علامہ جلال الدین رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ "اہل قبلہ کی تکفیر خود مشرکانہ عمل ہے"۔ (دلائل المسائل)۔

(7) مختلف ائمہ نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ اگر تکفیر نہ کرنے کی کوئی بھی بنیاد

پائی جائے تو تکفیر نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ بنیاد کمزور ہی کیوں نہ ہو"۔
(رفع الاشتباہ عن عبارت الاشتباہ ص ۴)

اختلافی مسائل میں کسی مفتی کی تحقیق کی تغلیط نہ کریں:

بعض دار الافتا کا حال یہ ہے کہ اختلافی اور فروعی مسائل جن میں وسعتیں شریعت نے رکھی ہیں ان میں بھی اپنے موقف کے خلاف والے علما ومفتیان کرام کی تغلیط کرنے لگتے ہیں اور بسا اوقات تفسیق وتکفیر تک بات پہنچ جاتی ہے۔

مفتی اس بات کو بھی پیش نظر رکھیں کہ ایک ہی مسئلہ میں دو طرح کا حکم علما وفقہا نے بیان کئے تو کسی ایک کی تغلیط نہ کریں اور نہ عوام الناس میں اس بات کو پھیلائے، کیونکہ مسائل میں اختلاف تحقیق کی روشنی میں ہوسکتا ہے بلکہ ہوا بھی ہے تو آپ کے مزاج یا تحقیق کے خلاف جو دوسرا حکم کسی دوسرے دار الافتا سے صادر ہوا اس پر حملہ نہ کریں اور نہ عوام کے بیچ اسے اچھال کر اس مفتی کی تذلیل وتحقیر کا بازار گرم کریں۔

حضرت یحییٰ بن سعید انصاری رحمۃ اللہ علیہ جو جلیل القدر تابعی ہیں، فرماتے ہیں: اہل علم وسعت اختیار کرنے والے ہوتے ہیں، اس لئے ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ چنانچہ ایک ہی چیز کو ایک عالم اور مفتی حلال قرار دیتا ہے اور دوسرا اسے حرام قرار دیتا ہے، اس لئے نہ تو پہلا دوسرے کو برا کہتا ہے اور نہ ہی دوسرا پہلے کو۔
(سیر اعلام النبلاء ج ۳ ص ۴۷۴)

مسائل میں اختلاف کی چند صورتیں:

فقہی مسائل اختلاف اور اس کے اسباب کو بیان کرنے کے لئے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی مایہ ناز کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں ایک باب باندھا اور بہت سے ایسے مسائل کا ذکر کیا ہے جن میں فقہا کے مابین اختلاف ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

ومنها أن أكثر صور الاختلاف بين الفقهاء لا سيما في المسائل

التي ظهر فيها أقوال الصحابة في الجانبين كتكبيرات التشريق ، وتكبيرات العيدين ونكاح المحرم وتشهد ابن عباس وابن مسعود ، والاخفاء بالبسملة وبآمين ، والاشفاع والايتار في الاقامة ونحو ذلك ،ا نما هو في ترجيح أحد القولين ، وكان السلف لا يختلفون في أصل المشروعية ، وا نما كان خلافهم في أولى الأمرين :وقد كان في الصحابة والتابعين ومن بعدهم من يقرأ البسملة ومنهم من لا يقرؤها ومنهم من يجهر بها ومنهم من لا يجهر بها وكان منهم من يقنت في الفجر ،ومنهم من لا يقنت في الفجر ، ومنهم من يتوضأ من الحجامة والرعاف والقيء ، ومنهم من لا يتوضأ من ذلك ،ومنهم من يتوضأ من مس الذكر ومس النساء بشهوة ، ومنهم من لا يتوضأ من ذلك ، ومنهم من يتوضأ مما مسته النار ، ومنهم من لا يتوضأ من ذلك ،ومنهم من يتوضأ من أكل لحم الابل ،ومنهم من لا يتوضأ من ذلك . ومع هذا فكان بعضهم يصلي خلف بعض مثل ما كان أبو حنيفة أو أصحابه والشافعي وغيرهم رضي الله عنهم يصلون خلف أئمة المدينة من المالكية وغيرهم وا ن كانوا لا يقرؤون البسملة لا سراً ولا جهراً وصلى الرشيد ا ماماً وقد احتجم ، فصلى الامام أبو يوسف خلفه ولم يعد وكان افتاه الامام بانه لا وضوء عليه وكان الامام أحمد بن حنبل يرى الوضوء من الرعاف والحجامة فقيل له : ف ان كان الامام قد خرج منه الدم ، ولم يتوضأ هل تصلي خلفه ؟ فقال : كيف لا أصلي خلف ال امام مالك وسعيد بن المسيب. ويروى أن أبا يوسف ومحمداً كانا يكبران في العيدين تكبير ابن عباس لأن هارون الرشيد كان يحب تكبير جده.

(حجة الله البالغه ، ج ا ،ص: ۱۵۸، ۱۵۹)

اس طویل عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ مسائل میں اختلاف کی بہت سی صورتیں فقہا کے مابین پائی جاتی تھیں اور خاص طور پر فقہی مسائل میں صحابہ کرام کے دو طرح کے اقوال ہیں صحابہ وتابعین اور ان کے بعد کے علماء میں بعض بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے ، اور بعض بسم اللہ (نماز میں) جہرا پڑھتے تھے اور بعض جہرا نہیں پڑھتے تھے ، اور بعض فجر کی نماز میں قنوت پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے ، اور بعض حجامت (سینگی لگانے) اور نکسیر اور قي ء کے بعد وضوء کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے ، اور بعض مس ذکر اور عورت کو شہوت کے ساتھ چھونے کے بعد وضو کرتے اور بعض نہیں کرتے تھے ، اور بعض آگ سے پکی ہوئی چیز کھانے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے ، اور بعض اونٹ کا گوشت کھانے کے بعد وضو کرتے تھے اور بعض نہیں کرتے تھے ۔ ائمہ باوجود اس اختلاف کے ایک دوسرے پیچھے نماز پڑھتے تھے جیسے امام أبوحنیفہ اور ان کے أصحاب اور امام شافعي وغیرہم رضي اللہ عنہم مدینہ کے مالکي مذہب کے ائمہ کے پیچھے نماز پڑھتے تھے اگرچہ وہ نماز میں بسم اللہ سراً اور جہراً نہیں پرھتے اور ہارون الرشید نے سینگی لگانے کے بعد نماز پڑھائی اور امام أبو یوسف حنفي نے ان کی امامت میں نماز پڑھی اور نماز کا اعادہ نہیں کیا ، امام أحمد بن حنبل سینگی اور نکسیر آنے کے بعد وضو کے قائل تھے ، ان سے کہا گیا کہ اگر امام کا خون نکل گیا اور وضو نہیں کیا تو آپ اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں ؟ تو فرمایا کیوں نہیں میں امام مالک وسعید بن المسیب کے پیچھے نماز پڑھتا ہوں ۔ اور روایت کیا گیا ہے کہ امام أبویوسف وامام محمد عیدین میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تکبیر کہتے تھے کیونکہ ہارون الرشید اس تکبیر کو پسند کرتے تھے ، اور امام الشافعي رحمہ اللہ نے امام أبوحنیفہ رحمہ اللہ کی مقبرہ کے قریب صبح کی نماز پڑھی تو امام ابي حنیفہ رحمہ اللہ کے ادب کی وجہ سے نماز میں قنوت نہیں پڑھا۔

اگر اس موضوع پر قلم چلایا جائے تو ابھی کچھ لکھنا باقی ہے اور مجھے اپنی بے

بضاعتی اور کم علمی کا پورا احساس ہے اس لئے زیادہ کچھ لکھنے کی بجائے صرف اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ ہمارے فقہا کے مابین مسائل میں اتنا اختلاف رہا ہے اس کے باوجود یہ فقہا آپس میں ایک دوسرے کی تفسیق وتضلیل نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کی توہین کرتے تھے اور نہ اپنے حلقہ ارادت میں سبک ناشائستہ جملوں سے انہیں یاد کرتے تھے اور ان کے خلاف کسی کو ابھارتے تھے بلکہ محبت کا عالم کہ مسائل میں اختلاف کے باوجود شیر وشکر رہتے تھے اور موقع ملتا تو ایک دوسرے کی اقتدا میں نماز بھی پڑھ لیا کرتے تھے، یہی دیکھیں حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اکثر مسائل میں امام اعظم سے اختلاف رکھتے تھے مگر اس کے باوجود جب کبھی آپ کے مزار پر حاضری دیتے تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب کے مطابق نماز پڑھتے تھے۔

اہل قبلہ کی تکفیر اور اعلیٰ حضرت کا ارشاد:

فقیہِ وقت، مجدد اعظم، امام احمد رضا خان رضی اللہ تعالیٰ عنہ تحریر فرماتے ہیں:

''بالجملہ تکفیر اہل قبلہ واصحاب کلمہ طیّبہ میں جرأت وجسارت محض جہالت بلکہ سخت آفت جس میں وبال عظیم ونکال صریح کا اندیشہ، والعیاذ باللہ رب العالمین، فرض قطعی ہے کہ اہل کلمہ کے ہر قول وفعل کو اگرچہ بظاہر کیسا ہی شنیع وفظیع ہو، حتی الامکان کفر سے بچائیں، اگر کوئی ضعیف سے ضعیف، نحیف سے نحیف تاویل پیدا ہو جس کی رُو سے حکمِ اسلام نکل سکتا ہو تو اس کی طرف جائیں، اور اس کے سوا اگر ہزار احتمال جانبِ کفر جاتے ہوں خیال میں نہ لائیں۔ حدیث میں ہے حضور سیّد العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں ''الاسلام یعلو ولا یعلی''۔ **اخرجه الرؤیانی والدارقطنی والبیهقی والضیاء فی المختارة والخلیل، کلهم عن عائذ بن عمرو المزنی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنه**۔ اسلام غالب رہتا ہے مغلوب نہیں ہوتا۔ اس کو رؤیانی، دار قطنی، بیہقی، مختارہ میں ضیاء اور خلیل نے عائذ بن عمرو مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت) احتمال اسلام چھوڑ کر احتمالاتِ کفر کی طرف جانے والے اسلام کو مغلوب اور

کفر کو غالب کرتے ہیں والعیاذ باللہ رب العالمین۔'' (فتاویٰ رضویہ: ۱۲/ ۳۱۷)

ایک مقام پر آپ نے یوں اپنی تحقیق کا دریا بہایا ہے:

''کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعالِ مکلفین ہی سے بحث ہے۔ اس کے بیان کو کتب فقہ میں باب الردۃ مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط تارکین تفریط وافراط باآنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں، زِنہار ان پر فتوی نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارہ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے، وہی درمختار جس میں **اما نحن فعلینا اتباع مارجوه** الخ تھا اسی میں ہے: **الفاظه تعرف فی الفتاوی بل افردت بالتالیف مع انه لا یفتی بالکفر بشیئ منها الا فیما اتفق المشائخ علیه کما سیجیئ، قال فی البحر: وقد الزمت نفسی ان لا افتی بشیئ منها** یعنی الفاظ کفر کتب فتاوی میں معروف ہیں بلکہ ان کے بیان میں مستقل کتابیں تصنیف ہوئیں، اس کے ساتھ ہی یہ کہ ان میں سے کسی کی بناء پر فتوی کفر نہ دیا جائے گا مگر جہاں مشائخ کا اتفاق ثابت ہو جیسا کہ عنقریب کلام مصنف میں آتا ہے۔ بحرالرائق میں فرمایا: میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان میں سے کسی پر فتویٰ نہ دوں۔ تنویر الابصار میں ہے: **لا یفتی بتکفیر مسلم امکن حمل کلامه علی محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولو روایة ضعیفة** کسی مسلمان کے کفر پر فتوی نہ دیا جائے جبکہ اس کا کلام اچھے پہلو پر اتار سکیں یا اس کے کفر میں خلاف ہو، اگرچہ ضعیف ہی روایت سے۔ ردالمحتار میں ہے: **قال الخیر الرملی: اقول: ولو کانت الروایة لغیر اهل مذهبنا ویدل علی ذلك اشتراط کون مایوجب الکفر مجمعاً علیه**

یعنی علامہ خیرالدین رملی استاد صاحب دُرمختار نے فرمایا: اگر چہ وہ روایت دوسرے مذہب مثلاً شافعیہ یا مالکیہ کی ہو، اس لیے کہ تکفیر کے لیے اُس بات کے کفر ہونے پر اجماع شرط ہے۔ یہ علامہ بحر صاحب البحر وعلامہ خیر رملی و مدقق علائی دربارہ تقلید جیسا تصلب شدید حق وسدید رکھنے والے ہیں، ان کی تصانیف جلیلہ بحر واشباہ ورسائل زینیہ ودر وفتاوٰی خیریہ وغیرہا کے مطالعہ سے واضح، مگر یہاں اُن کے کلمات دیکھئے کہ جب تک اجماع نہ ہو فتوی مشائخ پر عمل نہ کریں گے، ہم نے التزام کیا ہے کہ اس پر فتوی نہ دیں گے، تو وجہ کیا وہی کہ یہ بحث اگر چہ افعال مکلفین سے متعلق ہے مگر فقہ کا دائرہ تو حیثیت حلال وحرام تک منتہی ہو گیا، آگے کفر واسلام، اگر چہ یہ اعظم فرض، وہ اخبث حرام، مگر اصالۃً اس مسئلہ کا فن علم عقائد وکلام، وہاں تحقیق ہو چکا ہے کہ جب تک ضروریات دین سے کسی شئے کا انکار نہ ہو کفر نہیں، تو ان کے غیر میں اجماع ہرگز نہ ہوگا اور معاذ اللہ ان میں سے کسی کا انکار ہو تو اجماع رُک نہیں سکتا، لہٰذا تمام فتاوٰی ونقول سے قطع نظر کر کے مسائل اجماعیہ میں حصر فرمادیا۔

(فتاوٰی رضویہ:۹/۹۴۱،۹۴۲)

مفتیان کرام اور ارباب فقہ وفتاوٰی خصوصا وہ علما ومفتیان کرام جو اعلیٰ حضرت اعلیٰ حضرت کی رٹ لگائے رہتے ہیں اور انہیں کی ذات ومسلک کا سہارا لے کر تکفیر کی مشین گن چلاتے ہیں اور انہیں کے فتاوٰی کے خلاف دانستہ یا نادانستہ یا عصبیت کا شکار ہو کر تکفیری قلم کو جنبش دیتے ہیں، وہ اعلی حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس عبارت کو سرمۂ بصیرت بنالیں اور خود کا محاسبہ کریں کہ وہ امت مسلمہ کے ساتھ کیا کر رہے ہیں اور کیا ان کا یہ رویہ درست ہے؟ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

اہل لا الہ الا اللہ پر بدگمانی حرام، اور ان کے کلام کو جس کے صحیح معنی بے تکلف درست ہوں خواہی نخواہی معاذ اللہ معنی کفر کی طرف ڈھال لے جانا قطعا گناہ کبیرہ ہے۔ حق سبحانہ وتعالیٰ فرماتا ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ

الظَّنِّ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ (حجرات آیت نمبر 12) ترجمہ: اے ایمان والو! بہت گمانوں کے پاس نہ جاؤ، بیشک کچھ گمان گناہ ہیں۔'' (فتاوٰی رضویہ:۲۱/۳۲۹)

مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

یہاں پر یہ بات ذکر کرنا نہایت ضروری ہے کہ جب تک ضروریات دین کا انکار نہ ہو اس وقت تک کسی کی تکفیر نہیں کی جائے گی، خواہ انکار قولا ہو یا عملا ہو۔ اور اس بات کا بھی خاص خیال رکھا جائے کہ جس قول وفعل کی بنا پر شرعی حکم نافذ کیا جا رہا ہے اس کا تعلق ضروریات دین سے ہے یا ضروریات عقائد اہل سنت سے یا ان مسائل سے جو علماء اہل سنت میں مختلف فیہ ہیں، کیونکہ ان سب کے احکام مساوی نہیں ہیں بلکہ جدا جدا ہیں۔ اگر ضروریات دین سے ہے تو انکار کی صورت میں تکفیر قطعی کی جائے گی مگر اس کی تحقیق بھی ہونی چاہئے کہ قائل نے واقعۃً انکار کیا ہے، اسے اس بات کا اقرار ہے یا نہیں؟ انکار کی صورت میں گواہ باعتماد موجود ہیں یا نہیں؟ اگر دوسری صورت ہے یعنی ضروریات عقائد اہل سنت کے انکار کی صورت میں تکفیر نہیں کی جائے گی بلکہ بدمذہب وگمراہ کا فتویٰ دیا جائے گا اور اس کے قائل کو توبہ ورجوع کا حکم دیا جائے گا۔ اور تیسری صورت میں نہ تکفیر کی جائے گی اور نہ تضلیل کی اجازت دے کر انتشار امت کو روا رکھا جائے گا۔ اور اس بات کو تقریب فہم کے لئے اعلیٰ حضرت کی درج ذیل عبارت بغور پڑھی جائے جو اہم اصول و ضوابط پر مشتمل ہے۔ اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:

''مسلمانو! مسائل تین قسم کے ہوتے ہیں:

اول: ضروریات دین، اُن کا منکر بلکہ اُن میں ادنیٰ شک کرنے والا بالیقین کافر ہوتا ہے ایسا کہ جو اس کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر۔

دوم: ضروریات عقائد اہل سنت، ان کا منکر بدمذہب گمراہ ہوتا ہے۔

سوم: وہ مسائل کہ علمائے اہل سنت میں مختلف فیہ ہوں، اُن میں کسی طرف تکفیر و تضلیل ممکن نہیں۔

یہ دوسری بات ہے کہ کوئی شخص اپنے خیال میں کسی قول کو راجح جانے، خواہ تحقیقاً یعنی دلیل سے اسے وہی مرجح نظر آیا، خواہ تقلیداً کہ اسے اپنے نزدیک اکثر علماء یا اپنے معتمد علیہم کا قول پایا۔ کبھی ایک ہی مسئلہ کی صورتوں میں یہ تینوں قسمیں موجود ہوجاتی ہیں۔ مثلاً اللہ عزوجل کے لیے ید وعین کا مسئلہ: قال للہ تعالیٰ: یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ (اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔ت) وقال تعالیٰ: وَلِتُصۡنَعَ عَلٰی عَیۡنِیۡ (اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اس لیے کہ تو میری نگاہ کے سامنے تیار ہو۔ت) ید ہاتھ کو کہتے ہیں، عین آنکھ کو۔ اب جو یہ کہے کہ جیسے ہمارے ہاتھ آنکھ ہیں ایسے ہی جسم کے ٹکڑے اللہ عزوجل کے لیے ہیں، وہ قطعاً کافر ہے۔ اللہ عزوجل کا ایسے ید و عین سے پاک ہونا ضروریات دین سے ہے، اور جو کہے کہ اس کے ید وعین بھی ہیں تو جسم بھی ہے، مگر نہ مثل اجسام، بلکہ مشابہت اجسام سے پاک ومنزہ ہیں، وہ گمراہ بددین کہ اللہ عزوجل کا جسم وجسمانیات سے مطلقاً پاک ومنزہ ہونا ضروریات عقائد اہل سنت وجماعت سے ہے۔ اور جو کہے کہ اللہ عزوجل کے لیے ید وعین ہیں کہ مطلقاً جسمیت سے بری ومبرا ہیں، وہ اس کی صفات قدیمہ ہیں جن کی حقیقت ہم نہیں جانتے، نہ اُن میں تاویل کریں، وہ قطعاً مسلم سُنّی صحیح العقیدہ ہے، اگرچہ یہ عدم تاویل کا مسئلہ اہل سنت کا خلافیہ ہے، متاخرین نے تاویل اختیار کی، پھر اس سے نہ یہ گمراہ ہوئے نہ وہ، کہ اجرا علی المظاہر بمعنی مذکور کرتے ہیں، جس کا حاصل صرف اتنا کہ "اٰمنّا بہ کل من عند ربنا"۔ (ہم اس پر ایمان لائے، سب ہمارے رب کے پاس سے ہے۔ت)"

(فتاویٰ رضویہ: ۲۹/ ۴۱۳)

اعلیٰ حضرت پر تکفیر مسلم کا الزام بے بنیاد:

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ فتویٰ وہ لوگ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر، تعصب کا عینک ہٹا کر پڑھیں جو اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تکفیر مسلم کا الزام بڑی بیباکی اور بے حیائی کے ساتھ لگاتے ہیں۔ وہابی دیوبندی علما عقل وشعور کا دروازہ کھول کر یہ ملاحظہ

کریں کہ ان بدمذہبوں کے آقا اسمٰعیل دہلوی جس کی تکفیر مجاہد آزادی نے اپنی معرکۃ الآرا کتاب تحقیق الفتویٰ میں بایں الفاظ قاطعہ کی ہے:

"جواب سوال دوم این ست کہ کلام او، بلا تردد واشتباہ، بر استخفات منزلت و جاہ آن سرور ومقربان بارگاہ حضرت الٰہ وانتقاص شان سائر انبیا وملائکہ واصفیا وشیوخ واولیا اشتمال دلالت دارد چناں کہ در مقام ثالث مذکور، وفیما سبق مبرہن ومسطور است۔ جواب سوال ثالث این ست کہ قائلِ ایں کلام لاطائل، از روئے شرع مبین بلاشبہ کافر و بے دین است، ہرگز مومن و مسلمان نیست، وحکمِ او شرعاً قتل وتکفیر است۔ وہر کہ در کفر او شک آرد، یا تردد دارد، یا ایں استخفاف را سہل انگارد، کافر و بے دین ونا مسلمان ولعین است۔ (ص:۶۰)

ترجمہ: دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا کلام یقینا بارگاہ الٰہی کے مقربین کے سردار کی منزلت وجاہ کے استخفاف پر مشتمل نیز اور بھی انبیا، ملائکہ، اصفیا، مشائخ اور اولیا کی تنقیص پر دال ہے جیسا کہ مقام ثالث میں مذکور اور ما قبل میں دلائل سے ثابت ہوا۔ تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ اس کا قائل شرع مبین کے اعتبار سے یقینا کافر و بے دین ہے، ہرگز مومن ومسلمان نہیں۔ شرعاً اس کے لئے حکم قتل وتکفیر ہے جو اس کے کفر میں شک کرے یا متردد ہو یا اس کے اس استخفاف کو معمولی سمجھے، وہ بھی کافر و بے دین اور نا مسلمان ولعین ہے۔ (بحوالہ دوماہی الرضا ص ۲۳ شمارہ مئی، جون ۲۰۱۸)

مگر یہی مسئلہ جب عدالت اعلیٰ حضرت میں پیش ہوا تو اس حوالے سے آپ کی کیا تحقیق تھی اور آپ کا کیا موقف تھا ذرا اسے بھی ملاحظہ کرلیں اور حیا کا پانی آنکھ میں ایک قطرہ بھی باقی ہو ان علمائے دیوبند ووہابیت میں تو سنیوں کے امام اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر تکفیر مسلم کا الزام لگانا بند کردیں۔ دیکھیں اعلیٰ حضرت نے ایمان کے دشمن، قوم وملت کے رہزن وقزاق، بارگاہ رسالت مآب کے بے ادب اسمٰعیل دہلوی

کے بارے میں اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہوئے کیا موقف اختیار کیا ہے، اگر یقین نہ آئین تو ان کی کتابیں جا کر مطالعہ کریں پھر حقیقت کیا ہے یہ راز بھی کھل جائے گا اور بہتان بازوں کا گناہ بھی خود ان پر واشگاف ہو جائے گا۔

باب تکفیر میں یہ احتیاط ہی ہے کہ یزید پلید کے بارے میں امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کفر کا فتویٰ دیا مگر امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یزید کے بارے میں کیا موقف اختیار کیا اسے وقت کے مجدد اور فقیہ و محقق اعظم امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ کی تحقیق کی روشنی میں ملاحظہ فرمائیں۔ اعلیٰ حضرت فرماتے ہیں:

''یزید پلید علیہ ما یستحقہ من العزیز المجید قطعاً یقیناً باجماع اہلسنت فاسق و فاجر و جری علی الکبائر تھا۔ اس قدر پر ائمۂ اہلسنت کا اطباق و اتفاق ہے، صرف اس کی تکفیر و لعن میں اختلاف فرمایا۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے اتباع و موافقین اسے کافر کہتے اور بہ تخصیص نام اس پر لعن کرتے ہیں۔ اور اس آیت کریمہ سے اس پر سند لاتے ہیں۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِن تَوَلَّيْتُمْ أَن تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۔ کیا قریب ہے کہ اگر والی ملک ہو تو زمین میں فساد کرو اور اپنے نسبی رشتہ کاٹ دو، یہ ہیں وہ لوگ جن پر اللہ نے لعنت فرمائی تو انہیں بہرا کر دیا اور ان کی آنکھیں پھوڑ دیں۔ (پ ۲۶، ع ۷) شک نہیں کہ یزید نے والی ملک ہو کر زمین میں فساد پھیلا دیا، حرمین طیبین و خود کعبۂ معظّمہ و روضۂ طیبہ کی سخت بے حرمتیاں کیں، مسجد کریم میں گھوڑے باندھے، ان کی لید اور پیشاب منبر اطہر پر پڑے، تین دن مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے اذان و نماز رہی، مکہ و مدینہ و حجاز میں ہزاروں صحابہ و تابعین بے گناہ شہید کئے، کعبہ معظّمہ پر پتھر پھینکے، غلاف کعبہ شریف پھاڑا اور جلایا، مدینہ طیبہ کی پاک دامن پارسائیں تین شبانہ روز اپنے خبیث لشکر پر حلال کر دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جگر پارے کو تین دن بے آب و دانہ رکھ کر مع ہمراہیوں کے تیغ ظلم سے پیاسا ذبح کیا۔ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے گود کے پالے ہوئے تن نازنین پر بعد شہادت گھوڑے دوڑائے گئے کہ تمام استخوان مبارک چور ہو گئے۔ سر انور کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا بوسہ گاہ تھا کاٹ کر نیزہ پر چڑھایا اور منزلوں پھرایا، حرم محترم مخدرات مشکوٰۃ رسالت قید کئے گئے اور بے حرمتی کے ساتھ اس خبیث کے دربار میں لائے گئے، اس سے بڑھ کر قطع رحم اور زمین میں فساد کیا ہوگا؟ ملعون ہے وہ جو ان ملعون حرکات کو فسق و فجور نہ جانے قرآن عظیم میں صراحۃً اس پر لعنھم اللہ فرمایا۔

لہذا امام احمد اور ان کے موافقین اس پر لعنت فرماتے ہیں اور ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ لعن و تکفیر سے احتیاطاً سکوت فرماتے ہیں کہ اس سے فسق و فجور تواتر ہیں کفر متواتر نہیں اور بحال احتمال نسبت کبیرہ بھی جائز نہیں نہ کہ تکفیر اور امثال وعیدات مشروط بعدم توبہ ہیں لقولہ تعالیٰ: فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا ○ إِلَّا مَن تَابَ اور توبہ تادم غرغرہ مقبول ہے اور اس کا عدم پر جزم نہیں اور یہی احوط و اسلم ہے۔''

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم صفحہ ۱۰۷)

یہ نکات دارالافتا میں براجمان مفتیان کرام کو پیش نظر رکھنا چاہئے اور ساتھ ہی یہ بھی کہ اگر قول میں کئی احتمال ہوں تو حکم کفر لگانے کے لیے قائل کی مراد جاننا بھی ضروری ہوتا ہے، بغیر مراد جانے حکم تکفیر نافذ کرنے سے گریز کرنے میں ہی عافیت ہے۔ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ایک حدیث جو درج ذیل ہے:

عَنْ أُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ قَالَ: بَعَثَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَرِيَّةٍ، فَصَبَّحْنَا الْحُرَقَاتِ مِنْ جُهَيْنَةَ، فَأَدْرَكْتُ رَجُلًا فَقَالَ: لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ، فَطَعَنْتُهُ فَوَقَعَ فِي نَفْسِي مِنْ ذَٰلِكَ، فَذَكَرْتُهُ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: أَقَالَ لَا إِلَٰهَ إِلَّا اللَّهُ وَقَتَلْتَهُ؟ قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللَّهِ، إِنَّمَا قَالَهَا خَوْفًا مِنَ السِّلَاحِ، قَالَ: أَفَلَا شَقَقْتَ عَنْ قَلْبِهِ حَتَّى تَعْلَمَ أَقَالَهَا أَمْ لَا؟ فَمَا

زَالَ يُكَرِّرُهَا عَلَيَّ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ أَنِّيْ أَسْلَمْتُ يَوْمَئِذٍ.

(مسلم حدیث نمبر ۱۸۵ کتاب الایمان)

ترجمہ: حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں ایک لشکر کے ساتھ روانہ فرمایا ہم علی الصبح قبیلہ جہینیہ کی بستیوں میں پہنچ گئے۔ میں نے ایک آدمی پر حملہ کیا، اس نے کہا لا الہ الا اللہ لیکن میں نے اس کو قتل کر دیا، پھر مجھے کچھ تردد ہوا میں نے رسول اللہ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا (یعنی پورا واقعہ بتایا) حضور علیہ السلام نے فرمایا کیا اس کے شخص کے کلمہ پڑھ لینے کے باوجود اس کو قتل کر دیا؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے اپنی جان جانے کے خوف سے کلمہ پڑھا تھا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تو نے اس کا دل چیر کر کیوں نہیں دیکھا جس سے تم کو پتہ چل جاتا کہ اس نے دل سے کلمہ پڑھا تھا یا نہیں۔ رسول اللہ ﷺ بار بار یہی کلمہ دہراتے رہے حتیٰ کہ میں نے تمنا کی کاش اسی وقت اسلام لایا ہوتا۔ (تا کہ اس قتل کا گناہ میرے سر نہیں آتا)

تکفیر مسلم وہابی ازم کی پہچان ہے:

تکفیر و بدعت وضلالت کا فتویٰ لگانے میں جلدی کرنا یہ وہابی ازم کی علامتی پہچان ہے کہ اہل سنت کے معمولات وعقائد اور افکار پر، اسلاف کرام، اصفیاء معظمین پر بدعت ضلالہ اور کفر و شرک کا فتویٰ کا بم گرا کر ہم اہل سنت کی شبیہ خراب کرنے میں کوئی کسر نہیں رکھتے تھے اور آج بھی اس فرقہ کے اتباع کے بدفکری کی یہی روش ہے۔

اعلیٰ حضرت سرکار فرماتے ہیں:

”دوسرے اہلِ افراط کہ اکثر واعظین وہابیہ وغیرہم جُہّال مُشدّد دین ہیں، ان حضرات کی اکثر عادت ہے کہ ایک بیجا کے اٹھانے کو دس ۱۰ بیجا اس سے بڑھ کر آپ کریں، دوسرے کو خندق سے بچانا چاہیں اور آپ عمیق کنویں میں گریں، مسلمانوں کو وجہ بے وجہ کافر، مشرک، بے ایمان ٹھہرا دینا تو کوئی بات ہی نہیں، ان صاحبوں نے نکاحِ بیوہ کو گویا علی الاطلاق واجب قطعی وفرض حتمی قرار دے رکھا ہے کہ ضرورت ہو یا نہ، بلکہ شرعاً

اجازت ہو یا نہ ہو، بے نکاح کئے ہرگز نہ رہے اور نہ صرف فرض بلکہ گویا عین ایمان ہے کہ ذرا کسی بناء پر انکار کیا اور ایمان گیا اور ساتھ لگے آئے گئے پاس پڑوسی سب ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے کہ کیوں پیچھے پڑ کر نکاح نہ کر دیا اور اگر بس نہ تھا تو پاس کیوں گئے، بات کیوں کی، سلام کیوں لیا، بات بات پر عورتیں نکاح سے باہر، جنازہ کی نماز حرام، تمام کفر کے احکام۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: **ھلك المتنطعون**۔ رواہ الائمۃ احمد ومسلم وابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ہلاک ہوئے بے جا تشدّد کرنے والے۔“ (فتاویٰ رضویہ: ۱۲/ ۲۹۰)

ایک اسلامی اسکالر، میرے عزیز دوست حضرت مولانا محمد غلام غوث رضوی دہلوی اپنے ایک آن لائن مضمون میں لکھتے ہیں:

”قرآن وسنت اور ان پر مبنی کلاسیکی اسلامی قوانین پر غور وخوض کرنے کے بعد کوئی بھی شخص یہ بات بلا تردد کہہ سکتا ہے کہ کسی مومن پر کفر یا شرک کا الزام لگانا یکسر اسلامی تعلیمات کی خلاف ورزی ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیوں وہابی صوفی مسلمانوں پر کفر وشرک کا جھوٹا الزام لگاتے ہیں؟ اس کا جواب ’صوفی مسلمانوں کے معمولات مثلاً مزارات پر حاضری دینا، انبیائے کرام کی یوم ولادت منانا، شیرنی سامنے رکھ کر فاتحہ خوانی کرنا، وسیلہ (شفاعت) پر اور نبی صلی اللہ وسلم کے لیے علم غیب کے ثبوت پر ایمان رکھنا وغیرہ‘ ہے۔ پوری غیر جانبداری کے ساتھ اگر ہم قرآن وحدیث کا مطالعہ کریں تو ہم صوفی مسلمانوں کے ان روحانی معمولات کو نہ صرف جائز و مستحسن بلکہ کار خیر ہی پائیں گے۔ وہابی نظریہ سازوں کے نزدیک یہ خود ساختہ اور باطل گمان ونظریات کے مفروضات کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں۔ لہٰذا میرا یہ ماننا ہے کہ صوفی مسلمانوں پر کفر وارتداد کا الزام لگانے والے وہابی تکفیری گروپ اسلامی تعلیمات کے خونخوار دشمن ہیں جو ان قانونی اقدار سے انکار کر رہے ہیں جن کا تعین قرآن وحدیث نے کیا ہے اور قیامت کے دن انہیں اپنے ان برے کاموں کے ہلاکت خیز نتیجے کی فکر ہونی چاہئے۔“

مگر بد قسمتی سے یہ بلا، مصیبت ہمارے بعض علمائے اہل سنت میں بھی اپنا پیر جما چکی ہے، کہیں تکفیر تو کہیں تفسیق، کہیں گمراہ تو کہیں مسلک کا غدار ہونے کا فتویٰ دینے میں صفحات کے صفحات سیاہ کردیتے ہیں اور کسی مرید کا اکاؤنٹ خالی کروادیتے ہیں چھپوانے کے لئے، اگر اس سے بھی نہیں ہوتا ہے کیونکہ بعض بے مرید واتباع اور متملق مزاج کے ہوتے ہیں تو کسی سجادہ نشین یا پیر طریقت کی قدم بوسی، دست بوسی، کرامت بیانی اور منقبت خوانی کے ذریعہ اپنا الو سیدھا کرتے ہیں۔ اب خود کو محافظ مسلک اعلیٰ حضرت کہنے والے مفتیان میں بکثرت پائے جاتے ہیں، نام تو اعلیٰ حضرت کا لیتے ہیں اور کام اعلیٰ حضرت کو بدنام کرنے والا کرتے ہیں۔ بات بات پہ کفر کا فتویٰ دینے والے مفتیان اسلام کو یہ فکر کیوں نہیں ستاتی ہے کہ آج ہر مذہب کے ماننے والے لوگ اپنے مذہب کو توسیع دے رہے ہیں، آج قادیانی وہابی تبلیغی نیچری یہود ونصاریٰ اپنے مسلک کو اپنے دین کو فروغ دے رہے ہیں، کوئی سو کفر بکتا ہے پھر بھی ایکبار ان کی زبان نہیں کھلتی بلکہ وہ اپنے پیروکار کو سیدھا کرنے کی پوشیدگی کے ساتھ کوشش کرتے ہیں، جبکہ ہمارے یہاں کسی سے ایک کفر والا جملہ یا کلمہ تو دور کوئی ایسا جملہ اور کلمہ لاعلمی میں یا بے توجہی میں صادر ہوجائے جو منجر الی الکفر نہ بھی ہو تو بجائے انکو توجہ دلاکر ان سے باز پرس کرکے حقیقت حال سے آگاہ کئے بغیر یا اس کی تاویل وتصحیح کی طرف عنان توجہ منعطف کئے بغیر، یا اگر کوئی بڑی شخصیت ہے جس سے ہزاروں مسلمین وابستہ ہیں ان سے اس بارے میں تبادلہ خیال کرکے معاملات کو قابو میں کیا جائے اور اس طوفان کو قبل از وقت روکا جائے جو اس مفتی کے حکم تکفیر یا حکم تفسیق وتضلیل کے بعد عالم اسلام میں بپا ہونے والا ہے اور مسلمین میں انتشار وخلفشار اور بدگمانی کے ساتھ علما پر سے اعتماد ووثوق کے حوالے سے کج فہمی پیدا ہوجائے، عالمی میڈیا اسے مرچ مسالہ لگاکر مسلمانوں کی شبیہ بگاڑنے میں کوئی کسر نہیں رکھیں گے ان سب حکمتوں پر غور کئے بغیر بس کفر کا سو مشین گنج چلاکر ان کو جہنم میں پہنچانے کی مذموم کوشش کرتے ہیں، گمراہ اور ان سے دور رہنے کی تلقینی فتویٰ

دیتے ہیں اور صرف اتنا ہی نہیں انکے رد میں جلسے کرتے ہیں، انکے خلاف پرچے بازی کرتے ہیں اور خوب تشہیر کرکے ان کو بدنام کرتے ہیں اور بزعم خویش بہت اچھا اور دین و مسلک والا کام کرکے اجر وثواب کے منتظر رہتے ہیں۔ (لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم)

بلا تحقیق تکفیر سے ممانعت قرآن کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد واضح ہے کہ:

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًاۚ تَبْتَغُوْنَ عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ۚ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ۔ (النساء آیت نمبر ۹۴)

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم اللہ کے راستے میں چلو تو خوب تحقیق کرلیا کرو اور جو تمہیں سلام کرے اسے یہ نہ کہو کہ تو مسلمان نہیں۔ تم دنیوی زندگی کا سامان چاہتے ہو پس اللہ کے پاس بہت سے غنیمت کے مال ہیں۔ پہلے تم بھی ایسے ہی تھے تو اللہ نے تم پر احسان کیا تو خوب تحقیق کرلو بیشک اللہ تمام اعمال سے خبردار ہے۔ (کنز الایمان)

مندرجہ بالا آیت میں یہاں تک کہا گیا ہے کہ اگر کوئی یہ دکھانے کے لئے ''السلام علیکم'' کہے کہ وہ ایک مسلمان ہے تب بھی اسے کافر نہیں کہا جانا چاہئے۔ حضور نبی کرم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور حیات میں جب بعض مسلمانوں کو سلام کرنے والے کسی مسلمان کے بارے میں شک ہوا تو ہمارے مقدس نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: کیا تم اس کے دل کا حال جانتے ہو کہ اس نے اسلام قبول کیا ہے یا نہیں؟ (مسلم شریف)

تفسیر میسیر میں اس کے تحت ہے:

يا أيها الذين صدَّقوا الله ورسوله وعملوا بشرعه إذا خرجتم في الأرض مجاهدين في سبيل الله فكونوا على بينة مما تأتون وتتركون، ولا

تنفوا الإيمان عمن بدا منه شيء من علامات الإسلام ولم يقاتلكم، لاحتمال أن يكون مؤمنًا يخفي إيمانه، طالبين بذلك متاع الحياة الدنيا، والله تعالى عنده من الفضل والعطاء ما يغنيكم به، كذلك كنتم في بدء الإسلام تخفون إيمانكم عن قومكم من المشركين فمَنَّ الله عليكم، وأعزّكم بالإيمان والقوة، فكونوا على بيّنة ومعرفة في أموركم. إن الله تعالى عليم بكل أعمالكم، مطّلع على دقائق أموركم، وسيجازيكم عليها.

اور تفسیر سعدی میں ہے:

يأمر تعالى عباده المؤمنين إذا خرجوا جهادًا في سبيله وابتغاء مرضاته أن يتبينوا ويتثبتوا في جميع أمورهم المشتبهة. فإن الأمور قسمان: واضحة وغير واضحة. فالواضحة البيّنة لا تحتاج إلى تثبت وتبين، لأن ذلك تحصيل حاصل. وأما الأمور المشكلة غير الواضحة فإن الإنسان يحتاج إلى التثبت فيها والتبين، ليعرف هل يقدم عليها أم لا؟ فإن التثبت في هذه الأمور يحصل فيه من الفوائد الكثيرة، والكف لشرور عظيمة، ما به يعرف دين العبد وعقله ورزانته، بخلاف المستعجل للأمور في بدايتها قبل أن يتبين له حكمها، فإن ذلك يؤدي إلى ما لا ينبغي، كما جرى لهؤلاء الذين عاتبهم الله في الآية لمّا لم يتثبتوا وقتلوا من سلم عليهم، وكان معه غنيمة له أو مال غيره، ظنًّا أنه يستكفي بذلك قتلَهم، وكان هذا خطأ في نفس الأمر، فلهذا عاتبهم بقوله: { وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ } أي: فلا يحملنكم العرض الفاني القليل

على ارتكاب ما لا ينبغي فيفوتكم ما عند الله من الثواب الجزيل الباقي، فما عند الله خير وأبقى. وفي هذا إشارة إلى أن العبد ينبغي له إذا رأى دواعي نفسه مائلة إلى حالة له فيها هوى وهي مضرة له، أن يذَكِّرها ما أعد الله لمن نهى نفسه عن هواها، وقدّم مرضاة الله على رضا نفسه، فإن في ذلك ترغيبًا للنفس في امتثال أمر الله، وإن شق ذلك عليها. ثم قال تعالى مذكرًا لهم بحالهم الأولى، قبل هدايتهم إلى الإسلام: { كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ } أي: فكما هداكم بعد ضلالكم فكذلك يهدي غيركم، وكما أن الهداية حصلت لكم شيئًا فشيئًا، فكذلك غيركم. فنظر الكامل لحاله الأولى الناقصة، ومعاملته لمن كان على مثلها بمقتضى ما يعرف من حاله الأولى، ودعاؤه له بالحكمة والموعظة الحسنة - من أكبر الأسباب لنفعه وانتفاعه، ولهذا أعاد الأمر بالتبين فقال: { فَتَبَيَّنُوا } فإذا كان من خرج للجهاد في سبيل الله، ومجاهدة أعداء الله، وقد استعد بأنواع الاستعداد للإيقاع بهم، مأمورًا بالتبين لمن ألقى إليه السلام، وكانت القرينة قوية في أنه إنما سلم تعوذا من القتل وخوفا على نفسه - فإن ذلك يدل على الأمر بالتبين والتثبت في كل الأحوال التي يقع فيها نوع اشتباه، فيتثبت فيها العبد، حتى يتضح له الأمر ويتبين الرشد والصواب. { إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا } فيجازي كُلًّا ما عمله ونواه، بحسب ما علمه من أحوال عباده ونياتهم.

تفسیر کی ان عبارات کا خلاصہ یہی ہے کہ کسی کو محض شبہ کی بنا پر قتل کر کے اس کے اموال بطور مال غنیمت کے نہیں لئے جائیں کہ یہ دنیاوی مال ہیں جو اخروی اموال کے

بالمقابل حقیر وقلیل ہیں۔ کسی کو قتل یا کافر گمان کرنے سے قبل خوب غور وفکر کرلیا جائے، اس کی تحقیق اور تفتیش کرلی جائے۔ جو اپنے ایمان کو چھپاتے ہوں تو فوراً ان کے بارے میں کافر گمان نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس بات کا احتمال ہے کہ وہ کسی اور وجہ سے اپنے ایمان کو چھپا رہے ہوں اور اللہ تعالیٰ دلوں کے راز واحوال سے باخبر ہے۔ اسی طرح دارالافتا میں تشریف فرما مفتیان کرام کو بھی اس امر کو ملحوظ رکھنا چاہئے کہ کسی متعلق کوئی استفتا آئے اور معاملہ کفر کا ہو تو خوب اچھی طرح چھان بین اور تحقیق تام کرلیں، محض سائل کے سوال پر اکتفا کرکے فتویٰ صادر نہ فرمائیں۔

احادیث میں بلاتحقیق تکفیر مسلم پر پابندی:

احادیث مبارکہ میں بلاتحقیق وثبوت تکفیر کی سخت ممانعت آئی ہے۔ چند احادیث کریمہ پیش کی جاتی ہیں جن سے اچھی طرح اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ تکفیر کا معاملہ کتنا نازک اور اہم ہے اور جلد بازی میں کسی کو کافر کہنا کتنا سنگین جرم اور سبب وبال ہے۔

اللہ کے رسول ﷺ نے فرمایا:

أَيُّمَا امْرِءٍ قَالَ لِأَخِيهِ يَا كَافِرُ. فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا إِنْ كَانَ كَمَا قَالَ وَإِلَّا رَجَعَتْ عَلَيْهِ (صحيح مسلم .(56/1)

جب کوئی شخص دوسرے کو ”کافر“ کہتا ہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک اس کا مستوجب ضرور ہوگا، اگر تو مخاطب کافر ہے تو ٹھیک ورنہ کہنے والا کافر ٹھہرتا ہے۔“

رسول کریم ﷺ نے یہاں تک فرمایا:

إِلَّا أَنْ تَرَوْا كُفْرًا بَوَاحًا عِنْدَكُمْ مِنَ اللهِ فِيهِ بُرْهَانٌ.

(صحیح البخاري 9/59)

ہاں! یہ کہ جب صریح کفر ہوتا دیکھو تو پھر اس میں تمہارے پاس اللہ کی طرف سے دلیل ہے۔

عَنْ ثَابِتِ بْنِ الضَّحَّاكِ. أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ:

مَنْ شَهِدَ عَلَى مُسْلِمٍ أَوْ قَالَ: عَلَى مُؤْمِنٍ بِكُفْرٍ. فَهُوَ كَقَتْلِهِ، وَمَنْ لَعَنَهُ فَهُوَ كَقَتْلِهِ

(مسند احمد، حدیث نمبر ۱۶۳۸۵، ۱۶۳۹۱ صحیح بخاری، حدیث نمبر: ۶۰۴۷)

ترجمہ: حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کسی مسلمان پر یا فرمایا کہ کسی بندۂ مومن پر کفر کی تہمت لگائی تو یہ اسی طرح ہے، جیسے اُس نے اُس کو قتل کردیا اور جس نے اُس پر لعنت کی، اس نے گویا اُسے قتل کردیا۔

عَنْ أَبِي ذَرٍّ أَنَّهُ سَمِعَ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: لَا يَرْمِي رَجُلٌ رَجُلًا بِالْفُسُوقِ، وَلَا يَرْمِيهِ بِالْكُفْرِ، إِلَّا ارْتَدَّتْ عَلَيْهِ، إِنْ لَمْ يَكُنْ صَاحِبُهُ كَذَلِكَ.

(صحیح بخاری، حدیث نمبر ۶۰۴۵)

ترجمہ: حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص بھی کسی دوسرے پر فسق یا کفر کی تہمت لگائے گا، اگر وہ ایسا نہیں ہوا تو اُس کی یہ تہمت اُسی پر لوٹ جائے گی۔

تکفیر فتویٰ بازوں کی جرأت:

بلاتحقیق وبلاوجہ تکفیر مسلم پر جنبش قلم کو جس شدت کے ساتھ منع کیا گیا ہے آج اسی جرأت کے ساتھ کچھ ایسے افراد علم کا لبادہ اوڑھے اپنے تکفیری قلم کو جولانیت بخشتے ہیں اور بزعم خویش تکفیر کا فتویٰ دے کر یا پرچہ و پمفلٹ شائع کرکے سمجھتے ہیں اپنی علمی ذمہ داری کو ادا کیا ہے اور یہ بھول جاتے ہیں کہ انہوں نے دانستہ اپنی تکفیری تلوار سے اپنی ہی گردن اڑا کر اپنی ذلت ورسوائی کا سامان بھی فراہم کرلیا ہے اور اپنی ذمہ داری کی بجائے سفاہت نفسی پر مضبوط دلیل قائم کردی ہے اور ہدایت کی بجائے ضلالت وبے راہ روی کی مذموم سعی کی ہے۔ ایسے ہوشیاروں کو چاہئے کہ کسی بھی شخصیت پر خامہ تکفیری

کو حرکت دینے سے قبل وجہ تکفیر دریافت کرلیں، اس کے ہر پہلو پر غور کرلیں، تاویل کی کوئی خفیف وضعیف صورت کی راہ ہے یا نہیں، اور بھی دیگر اداروں اور خانقاہوں کے فقہا ومشائخ کی کیا تحقیق ومشاہدہ ہے، قولاً، فعلاً اور حکماً رجوع ثابت ہے یا نہیں، ان سب کی تحقیق کرلیں پھر قلم کو جنبش دیں۔

ملک نیپال کی ایک عظیم ونابغہ روزگار شخصیت حضور شیر نیپال مفتی جیش محمد صدیقی برکاتی علیہ الرحمہ کے ساتھ بھی ملک نیپال میں کچھ ایسا ہی ہوا، ملک نیپال کے ایک طبقہ نے ان کے وصال سے تقریباً دو روز قبل ایک پرچہ شائع کیا جس میں آپ کے جنازہ میں شرکت سے منع کیا گیا، شرکت کرنے والوں پر تجدید ایمان ونکاح کا حکم لگایا گیا، یقیناً یہ ایسا عمل تھا جس کی مذمت ہونی چاہئے اور ہوئی بھی۔ مگر جس شدت سے جنازہ میں شرکت سے منع کیا گیا اسی عقیدت ومحبت کے ساتھ سیل رواں کی طرح لوگ ان کے جنازہ میں شریک ہوئے، دور دور تک انسان یا انسان کا سر ہی نظر آرہا تھا، بھیڑ اس قدر تھی کہ تاریخ نیپال میں اس قدر مسلمانوں کا ہجوم اس سے قبل کبھی ریکارڈ نہیں کیا گیا۔ آپ کے انتقال پر ملال پر، آپ کی رحلت سے پورا عالم اسلام سوگوار تھا، رنجیدہ اور گہرے صدمہ میں مبتلا تھے، ہند ونیپال کے اداروں میں، مساجد ومکاتب اور خانقاہوں میں تعزیتی محفلیں منعقد ہوئیں، دعائے مغفرت ورحمت کی گئی، ترقی درجات اور پسماندگان کے لئے صبر جمیل کی دعائیں کی گئیں، بڑی بڑی خانقاہوں کے سجادہ نشینوں اور تعلیمی اداروں سے کبار علمائے اہل سنت کے تعزیت نامے آئے۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور، جامعہ امجدیہ گھوسی، جامعہ منظر اسلام بریلی شریف، جامعۃ الرضا بریلی شریف، دارالعلوم علیمیہ جمدا شاہی، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ شریف، خانقاہ اسمعیلیہ، عالمی غیر سیاسی تحریک دعوت اسلامی پاکستان، جماعت رضائے مصطفیٰ ہند اور ان کے علاوہ درجنوں اداروں کے منتظمین وبانیان، سربراہان، مدرسین اور سجادگان نے تحریری و تقریری تعزیت نامے پیش کئے۔ تو نہ صرف حضور شیر نیپال علیہ الرحمہ جیسی عبقری

شخصیت اور محافظ ایمان وعقائد اہل سنت کی تکفیر کی جاہلانہ وطفلانہ کوشش وحرکت کی گئی بلکہ ان تمام علما ومشائخ اہل سنت اور عوام اہل سنت کی تکفیر وتخریج من الاسلام کی احمقانہ روش اختیار کی گئی جنہوں نے حضور شیر نیپال علیہ الرحمہ کے وصال پر تعزیت کی اور جنازہ میں شرکت کی۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اگر بر سبیل تنزل آپ کی تکفیر میں شائع کیا گیا فتویٰ و پرچہ کو بادل نخواستہ بس کچھ دیر کے لئے صحیح مان لیا جائے (حالانکہ) ایسا نہیں ہے تو ان سب علما وفقہا اور مشائخ اہل سنت کے ایمان ونکاح پر حملہ ہوگا، جیسا کہ اوپر اشارہ ہوا اور پھر اس طوفان بلاخیز سے پرچہ شائع کرنے والے بھی محفوظ نہیں رہ پائیں گے۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

جو کسی کافر کے لئے اس کے مرنے کے بعد مغفرت کی دعا کرے یا کسی مردہ مرتد کو مرحوم یا مغفور یا کسی مرے ہوئے ہندو کو بیکنٹھ باشی کہے وہ خود کافر ہے۔

(بہار شریعت حصہ ۱ ص ۹۷)

تکفیر مسلم پر اشک اغیار:

دنیائے اسلام کے بطل عظیم، پیکر رشد وہدایت، ماہتاب رضویت وبرکاتیت، سرمایۂ اہلسنن، قاطع اہل فتن، حامئ سنت، ماحئ بدعت، ناشر مسلک اعلیٰ حضرت، شیخ طریقت، منبع رشد وہدایت، مفتی بے بدل، محقق دوراں، فقیہ عصر، عالمی مبلغ اسلام حضرت العلام، الحاج الشاہ الحافظ القاری المفتی جیش محمد صدیقی رحمۃ اللہ الغنی المعروف بہ حضور شیر نیپال قاضئ القضاۃ مملکت نیپال کا وصال باکمال ہوا تو آپ کی رحلت پر یقیناً دنیائے سنیت میں بڑا خسارہ پیدا ہوا، آپکی رحلت سے جہاں آپ کے عاشقوں کی آنکھیں فراق مربی ومرشد میں سیل اشک بہاتی رہیں وہیں اغیار نے بھی اشک بہائے۔

آپ کے وصال پر ملال پر نیپال کے ہی ایک طبقہ نے جب یہ فتویٰ جاری کیا کہ جو جنازے میں جائے گا اس کا نکاح باطل ہوگا اور جدید طریقے سے اسلام میں داخل

ہونا ہوگا (العیاذ باللہ) تو اس فتوی سے جہاں سنیت میں شدید غم وغصہ پیدا ہوا وہیں اہل علم اور دانشور طبقہ کو کافی تکلیف ہوئی اور حیرت بھی۔ بات اسی پر بس نہیں ہوئی بلکہ اس فتوی کا اثر کیا ہوا ذرا کلیجہ تھام کر پڑھیں، اس حوالہ سے ایک درد بھری داستان جنازہ میں شرکت کرنے والے ایک عالم مولانا محمد شہاب الدین حنفی صاحب کی تحریر میں ملاحظہ فرمائیں، وہ لکھتے ہیں:

’’راقم السطور کے جاننے والے میں سے ایک محترم نے اپنا واقعہ کچھ اسطرح بیان کیا کہ حنفی صاحب نہ جانے ہمارے علماء ہوش کے ناخن کب لیں گے؟ جیسے ہی یہ فتوی ایک وہابی عالم تک پہنچا زاروقطار رونے لگا، میں نے پوچھا ارے بھائی! شیر نیپال صاحب تو سنی تھے اور زندگی بھر آپ لوگوں کے خلاف بولتے رہے اور اچانک ان کی موت پہ اسقدر اشکباری کیوں؟ جواب کچھ اسطرح دیا’’ جناب میں نے مانا کہ شیر نیپال سنی تھے، میری جماعت کی ہمیشہ برائی اور تعاقب کرتے رہے، انکی نظر میں ہم کافر تھے، مگر میری نظر میں وہ ایک سچے مسلمان ہی نہیں بلکہ حقیقت میں وہ پیشواء مسلم تھے، مقتداء تھے۔ افسوس ان کی رحلت سے نیپال ایک بزرگ اور ذی علم وذی شعور ہستی سے محروم ہوگیا۔ جناب ان کے جنازے میں پہنچنے والے تقریبا سات لاکھ افراد تھے، بالفرض سات لاکھ نہیں تھے سات ہزار ہی تھے مجھے ایمانداری سے بتلائیں نیپال میں کس مولوی نے سات سو لوگوں کو مسلمان کیا؟ ہرگز نہیں مگر افسوس سات لاکھ مسلمانوں کو آپ ہی کی جماعت کے مولویوں نے کافر بنادیا، اسی بات پر میں رو رہا ہوں، کتنی مشقت سے اسلام پھیلا ہے نیپال میں مگر کتنی آسانی سے اسلام سے مسلمانوں کو خارج کیا جارہا ہے، یہی سوچ کر دل پھٹا جارہا ہے کہ ہماری قوم کے علما کب ہوش کے ناخن لیں گے، کب تک ایک دوسرے کو کافر بناتے پھریں گے؟ وہ شخص یہ بات بتاتے ہوئے اشکبار ہوگئے اور ہمیشہ کے لئے ان لوگوں سے متنفر ہوگئے جو بات بات پہ کافر بناتے ہیں۔‘‘ (مضمون تکفیر مسلم کا بھیانک چہرہ، از: مولانا شہاب الدین حنفی)

میرا مقصد ان تمام معروضات اہل سنت کے کسی بھی طبقہ کو زک یا تکلیف پہنچانا نہیں ہے اور نہ کسی کی توہین مقصود ہے بس مقصد ہے کہ اپنی ہی جماعت کے علما و فقہا پر اس طرح بے احتیاطی کے ساتھ تکفیری رویہ اختیار نہ کیا جائے خواہ وہ کوئی بھی فرد یا شخصیت ہو، نیپال سے ہو، ہندوستان سے ہو، پاکستان سے ہو یا دنیا کے کسی بھی ملک سے ہو، کمزور سے کمزور پہلو کفر سے بچانے کے لئے تلاش کی جائے۔ خاص طور پر ایسی مقبول و بلند پایہ شخصیت جس سے مسلمان ہی نہیں مسلمانوں کے ایمان وعقیدے کی حفاظت کا اقرار واعتراف وقت کے اکابر ومشائخ نے کیا ہو۔

اگر تکفیر وعدم تکفیر میں اختلاف ہو تو:

اگر کسی کی تکفیر وعدم تکفیر میں اہل تحقیق ومحتاط علما کا اختلاف ہو تو ایسی صورت میں عدم تکفیر والی صورت کو اختیار کریں گے نہ کہ دھرلے سے، بے جھجک تکفیر کی تلوار لے کر اس کے سر پر کھڑے ہو جائیں۔ اور ایسا اس لئے بھی کہ کبھی ایسا ہوتا ہے اور کتابوں میں مذکور بھی ہے کہ علما کا ایک طبقہ کسی کی نام زد کرکے تکفیر کرتا ہے مگر دوسرا طبقہ اپنی تحقیق کی روشنی میں عدم تکفیر کا قول کرتا ہے، تو اس بارے میں دو موقف آجاتے ہیں تو اس سلسلہ میں احوط یہی ہے کہ تکفیر نہیں کی جائے، ہوسکتا ہے کہ تکفیر کی وجہ کمزور رہی ہو۔ آپ دیکھیں حضرت منصور حلاج کا واقعہ ان کے ایک قول کی بنا پر ان کے زمانہ کے بڑے بڑے علما نے ان کی تکفیر کی مگر بعد کے علما نے انہیں مسلمان کہا اور جن علما نے منصور حلاج کے جس قول کی بنا پر تکفیر کی اس قول کی تاویل بھی کی ہے۔ درج ذیل میں تکفیر والا موقف سے صرف نظر کرتے ہوئے بعض ان علما وفقہا کے اقوال ودلائل پیش کئے جارہے ہیں جنھوں نے انہیں مسلمان کہا۔

علامہ اسماعیل حقی علیہ رحمہ سورۂ طٰہٰ، آیت نمبر ۱۸ کے تحت نقل فرماتے ہیں:

وذكر الراغب الاصفهانی فی المحاضرات انه قال الامام الشاذلی قدس سره صاحب الحزب البحر اضطجعت فی المسجد

الأقصى فرأيت في المنام قد نصب تحت خارج الأقصى في وسط الحرم فدخل خلق كثير أفواجا أفواجا فقلت ما هذا الجمع فقالوا جمع الأنبياء والرسل عليهم السلام قد حضروا ليشفعوا في حسين الحلاج عند محمد عليه السلام في اساءة ادب وقعت منه فنظرت الى التختفاذا نبينا صلى الله عليه وسلم جالس عليه بانفراده وجميع الأنبياء على الأرض جالسون مثل ابراهيم وموسى و عيسى ونوح عليهم السلام فوقفت انظر واسمع كلامهم ۔(تفسير روح البيان، ج۵، ص۲۷۹)

ترجمہ: حضرت سیّدُ نا امام راغب اصفہانی قدّس سرہ نے محاضرات میں ذکر فرمایا کہ صاحبِ حزب البحر عارف باللہ حضرت سیّدُ نا امام شاذلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: مَیں مسجد اقصیٰ میں محوِ آرام تھا کہ خواب میں دیکھا مسجد اقصیٰ کے باہر صحن کے درمیان میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور لوگوں کا ایک جمِ عظیم گروہ در گروہ داخل ہو رہا ہے، میں نے پوچھا: یہ جمِ غفیر کن لوگوں کا ہے؟ مجھے بتایا گیا: یہ انبیاء و رُسُلِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام ہیں جو حضرت سیّدُ نا حسین حلاج رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے ظاہر ہونے والی ایک غلط بات پر ان کی سفارش کے لئے حضرت سیّدُ نا محمد مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہیں۔ پھر میں نے تخت کی طرف دیکھا تو حضور نبی کریم، رووف و رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلّم اس پر جلوہ فرما ہیں اور دیگر انبیاء کرام جیسے حضرت سیّدُ نا ابراہیم، حضرت سیّدُ نا موسیٰ، حضرت سیّدُ نا عیسیٰ اور حضرت سیّدُ نا نوح علٰی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام زمین پر بیٹھے ہیں۔ میں ان کی زیارت کرنے لگا اور ان کا کلام سننے لگا۔

شیخ شعیب حریفیش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی حضرتِ سیّدُ نا ذوالنون مصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ پر اپنا پوشیدہ راز ظاہر کیا تو وہ محبت الٰہی میں دیوانہ وار پھرنے لگے۔ اور حضرتِ سیّدُ نا منصور حلاج رحمۃ اللہ علیہ نے محبتِ الٰہی کا

خالص جام پیا تو ان کی زباں پر "اَنَا الْحَقُّ" جاری ہو گیا۔

(الروض الفائق مترجم ص۱۶۶)

شیخ نورالدین بہجۃ الاسرار شریف میں سیدنا ابوالقاسم عمر بزاز قدس سرہ سے روایت فرماتے ہیں: میں نے اپنے شیخ حضرت سید شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بارہا فرماتے سنا میرے بھائی حسین حلاج کا پاؤں پھسلا، تو ان کے وقت میں کوئی ایسا نہ تھا کہ ان کی دستگیری کرتا اس وقت میں ہوتا تو ان کی ضرور دستگیری کرتا اور میرے اصحاب اور میرے مریدوں اور مجھ سے محبت رکھنے والوں میں قیامت تک جس سے لغزش ہوگی میں اس کی مدد کروں گا۔

(بہجۃ الاسرار فضل اصحابہ وبشراھم: مصطفی البابی مصر ص ۱۰۲)

حضرت شیخ سید علی ہجویری علیہ رحمہ کشف المحجوب میں فرماتے ہیں "انہیں میں سے مستغرق معنیٰ ابوالغیث حضرت حسین بن منصور حلاج رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ سرمستان بادۂ وحدت اور مشتاقِ جمالِ احدیت گزرے ہیں اور نہایت قوی الحال مشائخ میں سے تھے۔" (کشف المحجوب، ص300)

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ سے سوال کیا گیا: حضرت منصور وتبریز و سرمد نے ایسے الفاظ کہے جن سے خدائی ثابت ہے، لیکن وہ ولی اللہ گنے جاتے ہیں اور فرعون، شداد، ہامان ونمرود نے دعویٰ کیا تھا تو مخلد والنار ہوئے، اس کی کیا وجہ ہے؟ اس کے جواب میں آپ نے ارشاد فرمایا:

"ان کافروں نے خود کہا اور ملعون ہوئے اور انہوں نے (یعنی ابن حلاج نے) خود نہ کہا، اس نے کہا جسے کہنا شایاں ہے اور آواز بھی انہیں سے مسموع ہوئی۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے درخت سے سنا "انی انا اللہ" میں ہوں رب اللہ سارے جہاں کا، کیا درخت نے کہا تھا؟ حاشا بلکہ اللہ نے۔ یونہی یہ حضرات اس وقت شجرِ موسیٰ ہوتے ہیں۔" (احکام شریعت، ص:93)

تکفیر میں محققین کا احتیاط:

اعلیٰ حضرت فتاویٰ رضویہ مترجم ج ۹ ص ۹۴۱ میں فرماتے ہیں:

''کسی قول یا فعل کا موجب کفر ہونا تو خود افعال مکلفین ہی سے بحث ہے، اس کے بیان کو کتب فقہ میں ''باب الردۃ'' مذکور اور صدہا اقوال وافعال پر انہی مشائخ کے بے شمار فتوائے کفر مسطور، مگر محققین محتاط، تارکین تفریط وافراط، با آنکہ سچے دل سے حنفی مقلد اور ان مشائخ کرام کے خادم ومعتقد ہیں، زینہار ان پر فتویٰ نہیں دیتے اور حتی الامکان تکفیر سے احتراز رکھتے، بلکہ صاف فرماتے ہیں کہ اگر کوئی روایت ضعیفہ اگرچہ دوسرے ہی مذہب کی دربارۂ اسلام مل جائے گی اسی پر عمل کریں گے اور جب تک تکفیر پر اجماع نہ ہولے کافر نہ کہیں گے الخ۔''

امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ نے خلق قرآن کا قول کرنے والے کی تکفیر کی ہے مگر اس حکم تکفیر سے مراد یہ نہیں کہ دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا جائے بلکہ اس تکفیر کی بھی تاویل کی گئی ہے۔ چنانچہ منہاج الطالبین للنووی کی شرح میں شیخ محمد خطیب شربینی لکھتے ہیں:

وأوّل نصّ الشافعي بتكفير القائل بخلق القرآن بأن المراد كفران النعمة لا الإخراج عن الملة. قاله البيهقي وغيره من المحققين، لإجماع السلف والخلف على الصلاة خلف المعتزلة ومناكحتهم وموارثتهم.

(مغنی المحتاج الی معرفة معانی الفاظ المنهاج ص: ۱۳۵، ج: ۴)

ترجمہ: امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کہ قرآن کو مخلوق کہنے والا کافر ہے، کفر سے مُراد کفرانِ نعمت لی گئی ہے نہ کہ اسلام سے نکل جانا۔ (یعنی ایسا شخص مسلم ہے، مگر اس کی یہ بات کہ قرآن مخلوق ہے غلط ہے)۔ یہ امام بیہقی رحمہ اللہ اور دوسرے محققین نے لکھا ہے اور یہ تاویل اس وجہ سے کی گئی ہے کہ سلف وخلف کا اجماع ہے کہ معتزلہ کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے، ان کے ساتھ رشتہ ناطہ کیا جا سکتا ہے، وہ مسلمان کی میراث لیں گے اور مسلمان ان کا وارث ہوگا۔

اہل قبلہ سے مراد کیا ہے؟

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ مذکورہ بالا جزئیات واقوال میں اہل قبلہ کی عدم تکفیر پر زور دیا گیا ہے تو اہل قبلہ سے مراد صرف کلمہ پڑھنا ہی نہیں بلکہ کلمہ پڑھے اور اس کے جملہ تقاضوں پر عامل بھی ہو۔ اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''اصطلاحِ ائمہ میں اہلِ قبلہ وہ ہے کہ تمام ضَروریات دین پر ایمان رکھتا ہو، ان میں ایک بات کا بھی منکر ہو تو قطعاً اجماعاً کافِر مُرتد ہے ایسا کہ جو اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔''

(تمہید الایمان ص ۱۰۳)

شارحِ بخاری حضرتِ علّامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''اہل قبلہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو ان تمام باتوں کو حق کہتے اور مانتے ہوں جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی طرف سے لائے ہیں اور ضروریات دین میں سے کسی ایک کا بھی انکار نہ کرتے ہوں، جو شخص اپنے کو مسلمان کہلاتا ہے اور ہمارے قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتا ہے مگر ضروریات دین میں سے کسی کا انکار کرتا ہے وہ اہلِ قبلہ میں سے نہیں۔ سیّدُنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ہم اہلِ سنّت، اہلِ قبلہ کو کافر نہیں کہتے۔ اس سے مراد اہلِ قبلہ بمعنی مذکور ہیں اس لئے قادیانی وغیرہ جو کہ ضروریاتِ دین کا انکار کرتے ہیں ان کو ضَرور کافِر کہا جائے گا۔''

(نزھۃ القاری ج ۲ ص ۱۰۷)

معلوم ہوا کہ اہل قبلہ ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی کلمہ بھی پڑھے، ضروریات دین میں سے کسی کا انکاری بھی نہ ہو، محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چراغ سے اپنے خانہ دل کو روشن بھی کرے ورنہ قرآن میں ایسے کلمہ گو کا بھی ذکر ہے جو کلمہ پڑھتے بھی تھے اور جھوٹا دعویٰ کرتے تھے کہ وہ اپنے اسلام میں سچے ہیں جبکہ قرآن نے کہا یہ جھوٹے ہیں یہ محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کھلی گستاخی کرتے تھے اور اسی وجہ سے کافر قرار دئے گئے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

إِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ (۱) (پ۲۸ المنافقون۱)

ترجمہ :جب مُنافق تمہارے حُضُور حاضِر ہوتے ہیں کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ حُضُور بیشک یقیناً اللہ کے رسول ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ تم اس کے رسول ہو اور اللہ گواہی دیتا ہے کہ مُنافق ضَرور جھوٹے ہیں۔(کنزالایمان)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس کے ضِمن میں فرماتے ہیں:

’’دیکھو (منافقین کی) کیسی لمبی چوڑی کلمہ گوئی، کیسی کیسی تاکیدوں سے مُؤَکَّد، کیسی کیسی قسموں سے مُؤَیَّد (مگر) ہرگز (ان کی کلمہ گوئی) مُوجِب (یعنی باعِث) اسلام نہ ہوئی اور اللّٰہُ واحِدِ قہّار (عَزَّ وَجَلَّ) نے ان کے جھوٹے کذّاب ہونے کی گواہی دی تو مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ (جس نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کہا وہ داخِلِ جنّت ہوگا) کا یہ مطلب گھڑنا (کہ اب کسی قول وفِعل کی وجہ سے کافِر ہو ہی نہیں سکتا) صَراحۃً (یعنی کھلم کُھلا) قراٰنِ عظیم کا رَدّ کرنا ہے۔ ہاں جو کلمہ پڑھتا ہے، اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہو ہم اسے مسلمان جانیں گے جب تک اس سے کوئی کلمہ، کوئی حرکت، کوئی فعل مُنافیٔ اسلام (یعنی جب تک اس سے کسی قسم کا قطعی کفر) صادِر نہ ہو۔ بعد صُدور مُنافی (یعنی اگر قطعی کفر صادِر ہوا تو پھر) ہرگز کلمہ گوئی کام نہ دے گی۔ پارہ ۱۰ سورۃُ التَّوبہ آیت نمبر ۷۴ میں تمہارا رب عَزَّ وَجَلَّ فرماتا ہے:

يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا ؕ وَلَقَدْ قَالُوْا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوْا بَعْدَ اِسْلَامِهِمْ

ترجمہ: اللہ کی قسم کھاتے ہیں کہ انہوں نے نہ کہا، اور بے شک ضَرور اُنہوں نے کفر کی بات کہی اور اسلام میں آکر کافر ہوگئے۔

اِبْن جریر وطَبَرانی وَ اَبُوالشَّیْخ وَ ابْنِ مَرْدَوَیہ عبداللہ بن عبّاس رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہما سے روایت کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ ایک پیڑ کے سائے میں تشریف فرما تھے،

ارشاد فرمایا: عنقریب ایک شخص آئے گا تمہیں شیطان کی آنکھوں سے دیکھے گا وہ آئے تو اُس سے بات نہ کرنا۔ کچھ دیر نہ ہوئی تھی کہ ایک کَرنجی آنکھوں والا سامنے سے گزرا، رَسُولُ اللہ ﷺ نے اسے بلاکر فرمایا ’’تو اور تیرے رفیق کس بات پر میری شان میں گستاخی کے لَفظ بولتے ہیں؟‘‘ وہ گیا اور اپنے رفیقوں کو بلالایا۔ سب نے آکر قسمیں کھائیں کہ ہم نے کوئی کلمہ حُضُور کی شان میں بے اَدَبی کا نہ کہا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری کہ خُدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اُنہوں نے گستاخی نہ کی اور بیشک ضَرور، یہ کُفر کا کلمہ بولے اور تیری شان میں بے اَدَبی کرکے اسلام کے بعد کافِر ہوگئے۔‘‘ دیکھو اللہ گواہی دیتا ہے کہ نبی کی شان میں بے اَدَبی کا لفظ، کلمۂ کُفر ہے اور اس کا کہنے والا اگر چہ لاکھ مسلمانی کا مُدَّعی کروڑ بار کلمہ گو ہو، کافِر ہوجاتا ہے۔

(تمہید الایمان مع حاشیہ ص ۵۶۔۵۷،۹۰۔۹۳)

اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرمودات پر نور سے اہل قبلہ کی توضیح وتعریف اور تعیین اچھی طرح ہوچکی ہے اور اس بات کی بھی وضاحت وصراحت آپ نے فرمادی ہے کہ محض کلمہ توحید ورسالت کا زبانی اقرار ہی اہل قبلہ ہونے کے لئے ضروری نہیں بلکہ کلمہ کے مقتضا ولوازمات پر کاربند ہونا بھی ضروری ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ کی توہین کرنے والا کبھی بھی اہل قبلہ کے زمرے میں نہیں آسکتا، تو ایسے گستاخان رسالت مآب سے کوئی سنی عالم ومفتی جدا رہنے کا حکم وفتوی دیتا ہے تو اس کی مذمت اگر کوئی کرے تو وہ سخت جاہل ہے۔ مگر دیکھا جاتا ہے کہ ایسے لوگوں کو جبراً مسلمان ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اور نکاح وغیرہ کے جواز کا حکم وفتوی دے کر گمراہی کے دروازے کھولے جارہے ہیں اور جو لوگ ایسے لوگوں کے غیر شرعی موقف کے خلاف اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اسلاف کے موقف کی ترجمانی کرتے ہوئے کچھ لکھتے یا بولتے ہیں انہیں حضرات کو غلط ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ شریعت کے معاملے میں کیسی جرأت اور کیسی مذموم دھاندھلی ہے۔ اللہ بچائے۔

فتویٰ دینے میں غفلت وعجلت بھی جرم ہے:

اس طرح کے غیر محتاط اور اعتدال سے ہٹے ہوئے فتاویٰ صادر ہونے کی ایک وجہ فتویٰ دینے میں سستی وغفلت اور عجلت بھی ہے جس کا نتیجہ ہلاکت خیز اور فساد برپا کرنے والا ہوتا ہے، اس لئے مفتی کے لئے ضروری ہے کہ فتویٰ جاری کرنے میں غفلت وتساہلی اور عجلت نہ کرے کیونکہ جو شخص تساہلی اور غفلت برتتا ہو اور اس عیب سے مشہور ہو جائے اس سے فتویٰ لینا جائز نہیں ہے اور نہ اس کے فتویٰ کا اعتبار۔

فتویٰ دینے سے قبل واقعہ وحادثہ کی تحقیق ضروری ہے:

مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ جب تک کسی موضوع کو مکمل طریقہ سے سمجھ نہ لے اور اس کے بارے میں مکمل طور سے بحث وجستجو نہ کر لے اس کے بارے کوئی رائے قائم نہ کرے اور نہ جنبش قلم میں عجلت کرے۔ خاص طور پر جب بات تکفیر کی ہو، یا استفتا کسی معظم شخصیت کے بارے میں ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ شریعت کے احکام نافذ کرنے میں معظم شخصیت کا لحاظ کرے اور اس کی رعایت کرے، نہیں! بلکہ جو بھی شریعت کی زد میں آئے گا اس پر شرعی احکام نافذ کئے جائیں گے، مگر اس سے پہلے اس کی خوب تحقیق کر لی جائے، حقیقت حال کا جائزہ لیا جائے، سائل کا مقصد دریافت کیا جائے، کیونکہ کبھی سائل دجل سے کام لیتا ہے واقعہ کچھ اور ہوتا ہے اور استفتا میں ذکر کچھ اور کرتا ہے۔ نیز یہ بھی ممکن ہے کہ استفتا جس کے بارے میں ہے اور جس بات پر استفتا کیا گیا ہے اس کا علم اسے ہو ہی نہ ہو، یا اس نے ایسا کہا ہی نہ ہو، یا اس کے خلاف شرع ہونے کا علم نہ ہو، یا اس کی تاویل ہو، یا اس کی نیت واعتقاد وہ نہ ہو جو سائل نے منسوب کیا یا سمجھا یا کوئی اور مانع رہا ہو یا قلمی ولسانی سبقت ہو گئی ہو۔

اس بات کا بھی خاص خیال رکھنا چاہئے کہ اگر کسی کے قلم یا زبان سے کوئی لفظ یا جملہ ایسا صادر ہو جس سے لگتا ہو کہ اس پر گرفت ہو سکتی ہے تو کوئی حکم لگانے سے قبل اس لفظ وجملہ پر غور کر لینا چاہئے جیسا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں، کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ

جملہ قابل تاویل واحتمال ہو اور لفظ کے کئی ایک معانی ہوں۔

فقیہ النفس حضرت علامہ مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر صاحب قبلہ تحریر فرماتے ہیں:

''لفظ میں ایک سے زیادہ معنی کی صلاحیت ہو تو اس صلاحیت، یعنی 'زیادہ معنی ہو سکنے' کو احتمال اور اس لفظ کو محتمل کہتے ہیں۔ جیسے: لفظ 'زندہ' میں ایک سے زیادہ معنی کی صلاحیت ہے:

(الف) ذاتی طور پر زندہ۔

(ب) عطائی طور پر زندہ۔

یعنی لفظ 'زندہ' کے معنی، جس طرح ذاتی طور پر زندہ، یعنی خدائے تعالیٰ پر صادق آتے ہیں۔ اسی طرح عطائی طور پر زندہ، یعنی بندوں پر بھی صادق آتے ہیں۔ تو لفظ 'زندہ' کے اندر ایک سے زیادہ معنی کی صلاحیت ہوئی اور یہ لفظ ایک سے زیادہ معنی کا محتمل ہوا۔

اور ایک سے زیادہ معنی کی صلاحیت نہ ہو تو وہ **متعین المعنیٰ** اور **مفسر** ہوتا ہے لفظ کے متعین المعنی ہونے کی چار صورتیں ہوتی ہیں۔

(الف) لفظ ہی میں دوسرے معنی کی صلاحیت نہ ہو، جیسے ''دس'' کے معنی نو سے اوپر گیارہ سے نیچے کا عدد ہے، اس میں دوسرے معنی کی صلاحت ہی نہیں ہے۔

(ب) لفظ میں دوسرے معنی کی صلاحیت ہو مگر متکلم خود بتا دے کہ میری مراد یہ معنی ہے، جیسے ہندوستان میں کوئی ہندوستانی آدمی، دوسرے ہندوستانی آدمی کے لیے اقرار کرے کہ: وہ مجھ سے ایک سو 'روپے' پاتا ہے۔ تو اس میں احتمال ہے کہ سو روپے ''نیپال'' کے یا سو روپے ''بنگلہ دیش'' کے مراد ہوں۔ لیکن اگر '''ہندوستان کے روپے'' کہہ دیا، تو اب ''نیپال کے روپے'' یا ''بنگلہ دیش کے روپے'' ہونے کی صلاحیت نہیں رہی، ''ہندوستان کے روپے'' متعین ہو گئے۔

(ج) جس معنی کا احتمال تھا وہ، نہ بتا کر کچھ اور بتا رہا ہے جیسے: کوئی کہے کہ زید ''میرا بیٹا ہے'' تو اس میں احتمال ہے کہ بیٹے سے مراد 'پیارا'' ہو، لیکن وہ بتائے کہ بیٹے

سے میری مراد ’’دشمن‘‘ ہے تو متعین ہوجائے گا کہ جو معنی متبادر یا ظاہر ہے، وہ مراد نہیں ہے۔ (بحوالہ دوماہی الرضاص شمارہ مئی، جون ۲۰۱۸)

مفتی کتاب واحادیث کا ماہر ہو:

مفتی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ قرآن واحادیث کا عالم ہو، مسائل شرعیہ سے مکمل طور پر واقفیت ہو، ممارست ومزاولت اور تحقیقی مزاج سے متصف ہو اور حسد و عناد اور عصبیت سے خالی ہو اور انتقامی جذبہ سے پاک ہو۔

امام شافعی سے پوچھا گیا کہ مفتی کون ہوسکتا ہے؟ تو آپ نے فرمایا:

اللہ کے دین میں فتویٰ دینا صرف اسی کے لئے جائز ہے جو کتاب اللہ کا ماہر ہو، احادیث پر بھی اس کی نظر کامل ہو، قرآن وحدیث کی وضاحت کے لئے کام آنے والے دیگر فنون یعنی لغت وشعر کا بھی عالم ہو۔ ان فنون کا پھر نہایت انصاف کے ساتھ استعمال کرتا ہو۔ لوگوں کے اختلاف پر بھی اس کی نگاہ ہو اور استنباط کا ملکہ بھی رکھتا ہو۔ جس شخص میں یہ اوصاف جمع ہوں وہ شریعت پر گفتگو کرنے اور حلال وحرام کے فتوے دینے کا اہل ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔ (اعلام الموقعین: ص ۴۹)

شہزادۂ فقیہ ملت ابوعاتکہ حضرت مولانا ازہار احمد امجدی مصباحی اپنے ایک مضمون ’’عصر حاضر میں فتویٰ نویسی اور اس کے تقاضے‘‘ میں معتبر حوالوں کے ساتھ لکھتے ہیں:

’’اگر کوئی بھی ایسی جائز صورت پائی جس سے ایک مسلمان پر کفر کا حکم لگانے سے بچا جاسکے؛ تو ضرور وہی صورت اختیار کرنی چاہیے اور اگر کوئی اس طرح کا استفتا آئے تو یقین کرنے کے بجائے ’اگر‘ کے ساتھ اس کا جواب دیا جائے؛ کیوں کہ آج کل عموماً نفس پرستی کا غلبہ بہت زیادہ ہے، ایسے ایسے الزامات لگائے جاتے ہیں کہ الزام لگانے والا خود اپنے نفس کو بھی اسی میں گھسیٹا نظر آتا ہے، یہ اور بات ہے کہ دل اندھا ہونے کی وجہ سے اسے اپنا برا کردار نظر نہیں آتا؛ اس لیے حیلہ بازی سے سترک رہ کر ہی جواب دیا جائے، ورنہ جان لیں کفر کا معاملہ بہت سنگین ہے، اگر کسی ناحیہ سے بھی

تساہلی ہوئی؛ تو اس کا انجام لکھنے والے کو جھیلنا پڑے گا۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ’’قال الصيمري والخطيب إذا سئل عمن قال أنا أصدق من محمد بن عبد الله أو الصلاة لعب وشبه ذلك فلا يبادر بقوله هذا حلال الدم أو عليه القتل بل يقول إن صح هذا بإقراره أو بالبينة استتابه السلطان فإن تاب قبلت توبته وإن لم يتب فعل به كذا و كذا وبالغ فى ذلك و أشبعه. قال وإن سئل عمن تكلم بشئ يحتمل وجوها يكفر ببعضها دون بعض قال يسئل هذا القائل فإن قال أردت كذا فالجواب كذا‘‘۔ (المجموع شرح المهذب، ج۱ص۴۹، دار الفكر، بيروت)

علامہ ابن عابدین شامی رحمہ اللہ ’البحر‘ سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

’’ما فى البحر من باب المرتد نقلا عن الفتاوى الصغرى: الكفر شيء عظيم فلا أجعل المؤمن كافرا متى وجدت رواية أنه لايكفر، انتهى. ثم قال: و الذى تحرر أنه لايفتى بكفر مسلم إن أمكن حمل كلامه على محمل حسن أو كان فى كفره اختلاف و لو رواية ضعيفة‘‘۔ (شرح عقود رسم المفتي، ص۱۳۲، ط: دار الكتاب، ديوبند)

اور حد تو یہ ہے کہ آج کل عوام تو عوام بلکہ بہت سارے عام علما بھی بلا دلیل و برہان بلکہ صرف سنی سنائی بات پر فرد خاص کی تکفیر میں کوئی باک نہیں سمجھتے، حالاں کہ فرد خاص کی تکفیر اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس کا کافر ہونا بالکل روز روشن کی طرح عیاں نہ ہوجائے اور اس میں کسی طرح، قابل اعتبار شک وشبہ کا شائبہ بھی نہ پایا جائے، جیسے ابوالاعلیٰ مودودی اور اشرف علی تھانوی وغیرہ کی تکفیر، میرے عزیز کفر کے متعلق فتویٰ لکھتے وقت یا کسی کو کافر کہنے کے معاملہ میں یہ حدیث اپنے ذہن میں ہمیشہ رکھیں:

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے

ارشاد فرمایا:

((إِذَا كَفَّرَ الرَّجُلُ أَخَاهُ فَقَدْ بَاءَ بِهَا أَحَدُهُمَا))

(صحيح مسلم، رقم:١١١، ط: دار إحياء التراث العربي، بيروت)

ترجمہ: جب مسلم، اپنے مسلم بھائی کی تکفیر کرے؛ تو دونوں میں سے کسی ایک پر تکفیر ضرور جائے گی۔

(faqihemillatfoundation.blogspot.com)

عصر حاضر کے بعض دارالافتا پر ایک نظر:

عصر حاضر میں بعض دارالافتا کے مفتیان کرام کا حال یہ ہے کہ اگر ان سے کسی مسئلہ میں استفتا کیا گیا اور اگر مسئول عنہ ان کے آشنا میں سے ہوتا ہے یا سورس والا ہوتا ہے تو تبیین احکام میں چشم پوشی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں یعنی حق پوشی کا ارتکاب کرتے ہیں، اگر سوال ایسے کے بارے میں ہو جس سے سائل کو نہ بنتی ہو یا خود مفتی کو اس سے تکلیف ہو یا جلن ہو مسئول عنہ کی شہرت و مقبولیت اور دینی خدمات کی وجہ سے، خلق میں قبولیت عامہ کے سبب تو سوال نہیں بھی کسی نے کیا تو استفتا کروا کر جواب دیتے ہیں اور ایسا جواب کہ حسد و عناد کی ساری حدیں توڑ کر حق وصداقت کا گلا گھونٹ دیتے ہیں اور مسئول عنہ کی تکفیر و تفسیق اور تضلیل میں کوئی کسر نہیں رکھتے جبکہ یہ دونوں صورتیں از روئے شرع غلط و باعث ہلاکت و وبا ہیں۔ پہلی صورت کے بارے میں حدیث شریف میں ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، آپ رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ سُئِلَ عَنْ عِلْمٍ فَكَتَمَهُ أَلْجَمَهُ اللّٰهُ بِلِجَامٍ مِنْ نَارٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ.

جس سے کوئی علمی بات پوچھی گئی اور اس نے چھپائی تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اسے آگ کی لگام لگائے گا۔ (مسند امام احمد بن حنبل ج ۲ ص ۳۴۴ حدیث نمبر ۸۵۱۴)

اور دوسری صورت کے بارے میں ارشاد ہوا:

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بن مسعود رضی الله عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَلَكَ الْمُتَنَطِّعُونَ. قَالَهَا ثَلَاثًا.

(مسلم شریف حدیث نمبر: ۲۶۷۰)

ترجمہ: حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا دین میں غلو کرنے والے اور بیجا تشدد کرنے والے ہلاک ہوئے۔ اور یہ تین مرتبہ آپ نے فرمایا۔

جبکہ قرآن و احادیث میں شدت و انتہا پسندی کی مذمت کی گئی اور یسر و آسانی پیدا کرنے پر ابھارا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يُرِيدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ (البقرہ ۱۸۵)

ترجمہ: اللہ تم پر آسانی چاہتا ہے اور تم پر دشواری نہیں چاہتا۔

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللّٰهِ إِلَّا الْحَق

(النساء ۱۷۱)

ترجمہ: اے کتاب والو! اپنے دین میں زیادتی نہ کرو اور اللہ پر نہ کہو مگر سچ۔

اور ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا:

مَا يُرِيدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (المائدة:٦)

ترجمہ: اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر کچھ تنگی رکھے ہاں یہ چاہتا ہے کہ تمہیں خوب ستھرا کر دے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دے کہ کہیں تم احسان مانو۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ الدِّينَ يُسْرٌ، وَلَنْ يُشَادَّ الدِّينَ أَحَدٌ إِلَّا غَلَبَهُ، فَسَدِّدُوا وَقَارِبُوا، وَأَبْشِرُوا، وَاسْتَعِينُوا بِالْغَدْوَةِ وَالرَّوْحَةِ وَشَيْءٍ مِنَ الدُّلْجَةِ. (بخاری حدیث نمبر ۳۹)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا ”دین آسان ہے اور جو بھی دین میں بے جا سختی کرتا ہے تو دین اس پر غالب آ جاتا ہے۔ (یعنی ایسا انسان مغلوب ہو جاتا ہے اور دین پر عمل ترک کر دیتا ہے۔) پس تم سیدھے راستے پر رہو اور صبح وشام اور رات کے کچھ حصہ کی عبادت سے مدد حاصل کرو۔

عن ابن عباس قال: قال رسول الله صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ غداة العقبة وهو على ناقته: القط لي حصى. فلقطت له سبع حصيات هن حصى الخذف، فجعل ينفضهن في كفه، ويقول: أمثال هؤلاء فارموا، وإياكم والغلو في الدين، فإنما أهلك من قبلكم الغلو في الدين.
(سنن نسائی حدیث نمبر :268، ابن ماجہ حدیث نمبر 3029)

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے عقبہ کی شب، جب آپ اپنی سواری پر تھے فرمایا: میرے لیے کنکریاں چن کر لاؤ، تو میں نے آپ کے لیے سات کنکریاں چنیں، وہ کنکریاں ایسی تھیں جو دونوں انگلیوں کے بیچ آ جائیں۔ آپ انہیں اپنی ہتھیلی میں ہلاتے تھے اور فرماتے تھے: انہی جیسی کنکریاں مارو۔ پھر آپ نے فرمایا: لوگو! تم دین میں غلو سے بچو، کیوں کہ تم سے پہلے کے لوگوں کو دین کے غلو نے ہی ہلاک وبرباد کر دیا۔

علامہ قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ دین میں غلو کے معنی افراط وتفریط کے ہیں، جیسا کہ یہودیوں نے اور عیسائیوں نے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں افراط وتفریط سے کام لیا۔ یہودیوں نے ان کی شان اس قدر گھٹا دی کہ وہ انہیں ایک شریف انسان بھی نہیں سمجھتے تھے اور عیسائیوں نے ان کی شان اس قدر بڑھا دی کہ انہیں انسان کی بجائے اللہ سمجھنا شروع کر دیا۔ (تفسیر القرطبی، ج ۶ ص ۷۷)

دین میں غلو اور بیجا شدت کی راہ اختیار کرنے سے اس شدت وتاکید کے ساتھ منع کیا اور آسانی کی راہ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر آج اس کے برخلاف ہمارا عمل

ہو گیا ہے، عوام کا بھی کہ جو چیز ضروری ہے اسے بالائے طاق رکھ دیا ہے جیسے نماز اور دیگر فرائض وواجبات کو ترک کر کے نذر ونیاز اور چادر وپھول ہی کو دین سمجھ بیٹھے ہیں اور علما کا غلو یہ کہ جن مسائل میں شریعت نے کشادگی رکھی ہے، وسعت رکھی ہے اور یسر و سہولت رکھی ہے انہیں محض اپنی قیاس آرائیوں سے مسائل کو پیچیدہ بنا دیتے ہیں، جن فروعی مسائل میں تحقیق کی بنا پر اختلاف کیا جا سکتا ہے، احکام میں فرق ہو سکتا ہے اسے فروع سے اصول کا درجہ دے رکھا ہے جس کی وجہ سے امت بے چینی اور اضطراب و مشاکل کثیرہ کا سامنا کرتی ہے اور دین میں شبہ اور شش وپنج کا شکار ہو جاتی ہے۔ اور کچھ ایسے بھی ہیں جو تحقیق کے نام پر کچھ اور ہی گل کھلا بیٹھتے ہیں، جبکہ دین اسلام اتنا آسان ہے کہ اس کے تعارف میں امام جعفر طحاوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”زمین وآسمان میں اللہ کا دین ایک ہی ہے اور وہ ہے دین اسلام، جو غلو وتقصیر، تشبیہ وتعطیل، جبر وقدر اور امن ومایوسی (امید وخوف) کے درمیان ہے۔“
(شرح عقیدۃ طحاویہ ص ۵۸۵)

کفر اور اس کی قسمیں:

کلماتِ کُفر کی دو قسمیں ہیں (۱) لُزُومِ کُفر (۲) اِلتِزامِ کفر۔

صَدرُ الشَّریعَہ، بَدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: اقوالِ کُفریہ دو قسم کے ہیں (۱) ایک وہ جس میں کسی معنیٰ صحیح کا بھی اِحتمال ہو (۲) دوسرے وہ کہ اس میں کوئی ایسے معنیٰ نہیں بنتے جو قائل کو کُفر سے بچاوے۔ اس میں اوّل کو لُزُومِ کُفر کہا جاتا ہے اور قسمِ دُوُم کو اِلتزامِ کُفر۔ لُزُومِ کفر کی صورت میں بھی فُقَہائے کرام نے حکمِ کُفر دیا مگر متکلّمین اس سے سُکوت کرتے ہیں۔ اور فرماتے ہیں جب تک اِلتزام کی صُورت نہ ہو قائل کو کافر کہنے سے سُکوت کیا جائیگا اور اَحوَط یہی مذہبِ متکلّمین ہے۔ واللہ اعلم۔ (فتاوٰی امجدیہ ج ۴ ص ۵۱۲، ۵۱۳)

اور اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

’’نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ اپنے رب کے پاس سے لائے ان میں سے کسی بات کا انکار جس سے خدا مجھے اور سب مسلمانوں کو پناہ دے، دو طرح ہوتا ہے:

(۱) لزومی و (۲) التزامی۔

التزامی یہ کہ ضروریات دین سے کسی شئ کا تصریحاً خلاف کرے، یہ قطعاً اجماعاً کفر ہے، اگرچہ نام کفر سے چڑے اور کمال اسلام کا دعوٰی کرے۔ کفر التزامی کے یہی معنی نہیں کہ صاف صاف اپنے کافر ہونے کا اقرار کرتا ہو جیسا کہ بعض جہال سمجھتے ہیں۔ یہ اقرار تو بہت طوائف کفار میں بھی نہ پایا جائے گا۔ ہم نے دیکھا ہے بہتیرے ہندو کافر کہنے سے چڑتے ہیں بلکہ اس کے یہ معنی کہ جو انکار اس سے صادر ہوا یا جس بات کا اس نے دعویٰ کیا وہ بعینہ کفر و مخالف ضروریات دین ہو جیسے طائفہ تالفہ نیاچرہ کا وجود ملک و جن وشیطان وآسمان ونار وجنان ومعجزات انبیاء علیہم افضل الصلوٰۃ والسلام سے ان معانی پر کہ اہل اسلام کے نزدیک حضور ہادی برحق صلوات اللہ وسلامہ علیہ سے متواتر ہیں انکار کرنا اور اپنی تاویلات باطلہ وتوہمات عاطلہ کو لے مرنا، نہ ہرگز ہرگز ان تاویلوں کے شوشے انہیں کفر سے بچائیں گے، نہ محبت اسلام وہمدردی قوام کے جھوٹے دعوے کام آئیں گے۔ قَاتَلَهُمُ اللّٰهُ أَنّٰى يُؤْفَكُونَ (اللہ انہیں مارے کہاں اوندھے جاتے ہیں۔ ت)

اور لزومی یہ کہ جو بات اس نے کہی عین کفر نہیں مگر منجر بکفر ہوتی ہے یعنی مآل سخن ولازم حکم کو ترتیب مقدمات وتتمیم تقریبات کرتے لے چلئے تو انجام کار اس سے کسی ضروری دین کا انکار لازم آئے۔ جیسے روافض کا خلافت حقہ راشدہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضرت جناب صدیق اکبر وامیر المومنین حضرت جناب فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انکار کرنا کہ تضلیل جمیع صحابہ رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کی طرف مؤدی اور وہ قطعاً کفر، مگر انھوں نے صراحۃً اس لازم کا اقرار نہ کیا تھا، بلکہ اس سے صاف تحاشی کرتے اور بعض صحابہ یعنی حضرات اہل بیت عظام وغیرہم چند اکابر کرام علی مولاھم وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کو زبانی دعووں سے اپنا پیشوا بناتے اور خلافت صدیقی

وفاروقی پر ان کے توافق باطنی سے انکار رکھتے ہیں، اس قسم کے کفر میں علماء اہل سنت مختلف ہو گئے جنھوں نے مآل مقال ولازم سخن کی طرف نظر کی حکم کفر فرمایا۔ اور تحقیق یہ ہے کہ کفر نہیں بدعت وبدمذہبی وضلالت وگمراہی ہے۔‘‘

(فتاوٰی رضویہ ج ۱۵ ص ۴۳۱-۴۳۲)

دور صحابہ وسلف میں کوئی فیصلہ دینے میں احتیاط:

باب تکفیر میں مفتی کے لئے غایت درجہ احتیاط ضروری ہے اور عجلت مذموم وباعث ہلاکت ہے۔ ہر دور میں اہل علم وفتوٰی نے حکم کی تنفیذ میں احتیاط برتی ہے اور شریعت نے ہمیں احتیاط وتحقیق کا حکم دیا ہے۔ ہم اگر حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور صحابہ کرام بلکہ ماضی قریب کے محتاط علما کی سیرت وحیات اور فیصلہ وحکم کا جائزہ لیتے ہیں تو کفر تو درکنار چھوٹی سی بات پر بھی عوام میں کچھ بدگمانی یا کوئی ایسا حکم پھیلانے میں مکمل احتیاط کیا کرتے تھے اور کسی طرح کا حکم یا رائے قائم کرنے سے قبل فریقین کو بلا کر تحقیق کر لیا کرتے تھے۔ ایک واقعہ مشکوۃ شریف میں حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جڑا ہوا اس طرح مذکور ہے کہ:

عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: إِنَّ رِجَالًا مِنْ أَصْحَابِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِينَ تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَزِنُوا عَلَيْهِ حَتّٰى كَادَ بَعْضُهُمْ يُوَسْوِسُ قَالَ عُثْمَان وَكنت مِنْهُم فَبينا أَنا جَالس فِي ظلّ أطم من الْآطَام مر عَليّ عمر رَضِي الله عَنهُ فَسلم عَليّ فَلم أشعر أَنه مر وَلَا سلم فَانْطَلق عمر حَتّٰى دخل على أبي بكر رَضِي الله عَنهُ فَقَالَ لَهُ مَا يُعْجِبك أَنِّي مَرَرْت على عُثْمَان فَسلمت عَلَيْهِ فَلم يرد عَليّ السَّلَام وَأَقْبل هُوَ وَأَبُو بكر فِي وِلَايَة أَبِي بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ حَتّٰى سلما عَليّ جَمِيعًا ثُمَّ قَالَ أَبُو بكر جَاءَنِي أَخُوك عمر فَذكر أَنه مر عَلَيْك فَسلم فَلم ترد عَلَيْهِ السَّلَام فَمَا الَّذِي حملك

علی ذٰلِكَ قَالَ قُلْتُ مَا فَعَلْتُ فَقَالَ عُمَرُ بَلٰی وَاللّٰہِ لقد فعلت وَلٰكِنَّهَا عبيتكم يَا بنى أُمَيَّةَ قَالَ قُلْتُ وَاللّٰهِ مَا شَعَرْتُ أَنَّكَ مَرَرْتَ وَلَا سَلَّمْتَ قَالَ أَبُو بَكْرٍ صَدَقَ عُثْمَانُ وَقد شَغَلَكَ عَنْ ذٰلِكَ أَمْرٌ فَقُلْتُ أَجَلْ قَالَ مَا هُوَ فَقَالَ عُثْمَان رَضِيَ الله عَنْهُ توفى الله عز وَجل نَبِيَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ أَنْ نَسْأَلَهُ عَنْ نَجَاةِ هٰذَا الْأَمْرِ قَالَ أَبُو بكر قد سَأَلته عَن ذَلِك قَالَ فَقُمْت إِلَيْهِ فَقلت لَهُ بِأَبِي أَنْتَ وَأُمِّي أَنْتَ أَحَقُّ بِهَا قَالَ أَبُو بَكْرٍ قُلْتُ يَا رَسُولَ اللّٰهِ مَا نَجَاةُ هٰذَا الْأَمْرِ فَقَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَبِلَ مِنِّي الْكَلِمَةَ الَّتِي عَرَضْتُ عَلَى عَمِّي فَرَدَّهَا فَهِيَ لَهُ نجاة. رَوَاهُ أَحْمد

(مشکوۃ شریف، کتاب الایمان حدیث نمبر ۴۰)

ترجمہ: روایت ہے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے ہیں کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو حضور ﷺ کے صحابہ کرام میں سے بعض حضرات اس قدر غمگین ہوئے کہ بیماری وہم میں مبتلا ہونے کے قریب ہوگئے۔ حضرت عثمان فرماتے ہیں کہ میں بھی ان میں کا ایک تھا، میں بیٹھا تھا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پاس سے گزرے مجھے سلام کہا لیکن مجھے مطلقاً شعور بھی نہ ہوا، جناب عمر رضی اللہ عنہ نے ابوبکر سے میری شکایت کی، پھر وہ دونوں حضرات میرے پاس تشریف لائے اور دونوں نے مجھے سلام کیا، ابوبکر نے مجھ سے فرمایا کہ کیوں ایسا ہوا کہ آپ نے اپنے بھائی عمر کے سلام کا جواب نہ دیا؟ میں نے کہا میں نے تو ایسا نہ کیا۔ عمر بولے: خدا کی قسم آپ سے ایسا ہوا ہے (کہ میرے سلام کا جواب آپ نے نہیں دیا) میں نے کہا خدا کی قسم مجھے اس بات کا علم بھی نہیں ہوا کہ آپ میرے پاس سے گذرے اور آپ نے مجھے سلام کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا عثمان سچے ہیں، وہ کسی الجھن کی وجہ سے جواب نہ دے سکے، اے عثمان آپ کو کسی الجھن نے پھنسالیا، اس سے بے خبر

کر دیا۔ میں نے کہا ہاں ایسا ہی ہے۔ فرمایا وہ الجھن کیا ہے میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اس سے پہلے ہی اپنے قرب میں بلالیا کہ ہم حضور ﷺ سے اس چیز کی نجات کے متعلق پوچھیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے اس بارے میں حضور ﷺ سے پوچھ لیا ہے، میں آپ کی خدمت میں کھڑا ہوگیا اور کہا اے ابوبکر آپ پر میرے ماں باپ فدا یہ آپ کا ہی خاصہ اور حصہ ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس چیز کی نجات کیسے ہوگی؟ حضور ﷺ نے فرمایا جو میری وہ بات مان لے جو میں نے اپنے چچا پر پیش کی تھی (کہ اسلام کا کلمہ پڑھ لیں، مگر) انہوں نے رد کر دی تھی، تو یہ بات (یعنی کلمہ توحید پڑھ لینا اور اسلام میں داخل ہوجانا) اس کی نجات ہے۔ (ترجمہ مرآت المناجیح)

دیکھیں سلام کا جواب ذہن حاضر نہ ہونے کی وجہ سے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہیں دے پائے تو اس بات کی شکایت امیر المومنین سے کی گئی تو قبل اس کے آپ کوئی اور فیصلہ صادر فرماتے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جا کر وجہ بیان کی گئی اس سے انشراح صدر بھی ہوا اور ایک اہم مسئلہ بھی حل ہوگیا۔

حضرت بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں نیپال سے ایک استفتا آیا جس میں ملک نیپال کی ایک عظیم اور عبقری شخصیت کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے اس عظیم شخصیت پر کوئی حکم صادر کرنے سے قبل خط لکھا اور حالات سے اطلاع حاصل کی جب اصل واقعہ کا علم آپ کو ہوا تو آپ نے جواب نہیں دیا۔ آپ نے سمجھ لیا کہ سائل کا مقصد مسائل پوچھنا نہیں بلکہ مسؤل عنہ کی ہتک عزت کرنا اور انتشار پیدا کرنا ہے۔

مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں بھی نیپال و بہار کے کچھ لوگوں نے اسی عظیم شخصیت کے بارے میں استفتا کیا کہ ایک طبقہ کو وہ کافر کہتے ہیں تو حضور مفتی اعظم ہند نے اپنے ایک معتمد خلیفہ حضور شمس الاولیا باڑاوی علیہ الرحمہ سے استفسار کیا تو آپ کے خلیفہ نے مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں خط لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ملک نیپال میں ان سے

بڑا مسلک اعلیٰ حضرت پر عمل کرنے والا میں کسی کو نہیں پاتا ہوں، وہ اسی کو کافر کہتے ہیں جسے شرعاً کافر کہا جانا چاہئے، ہرگز کسی مسلمان کو کافر نہیں کہتے۔

کیا میرے آقا اعلیٰ حضرت نے یکا یک اشرف علی تھانوی پر کفر کا فتویٰ دیا؟ اسماعیل قتیل پر فتوی دیا؟ ہرگز نہیں! پہلے اس کو سمجھایا، نہ ماننے پر حکم شرع بیان کیا۔ ارباب دارالافتا اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس عمل کو کیوں بھول جاتے ہیں؟ خدارا اب دور جدید ہے، انٹرنیٹ کا زمانہ ہے مفتیان کرام کی ہر بات اور تحریر نیٹ پر اپلوڈ ہوتی ہے، اس لئے خدارا محتاط فتوی شائع کریں۔

فروعی مسائل میں بعض دارالافتا کا رویہ:

آج دیکھا یہ بھی جاتا ہے کہ فروعی مسائل پر جس قدر تفسیق وتضلیل کی جاتی ہے اللہ کی پناہ! جبکہ فروعی مسائل میں کسی کو حق نہیں کہ وہ کسی ادنی مسلمان کی بھی تحقیر کرے، مگر وقت کا المیہ ہے کہ فروعی مسائل کو بنیاد بنا کر بڑے بڑے مشائخ اور علماء کی توہین کی جاتی ہے، وجہ صرف بے بنیاد اور پر تشدد فتوی ہے۔

فتویٰ میں احتیاط ضروری ہے:

مفتی دین جو فتویٰ نویسی کے اہم منصب پر فائز ہیں وہ قابل ستائش اور لائق تحسین فریضہ انجام دے رہے ہیں، امت کے مسائل کو حل کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں، مفتی بلا شبہ دور اندیش اور حالات وزمان ومکان سے واقف ہوتے ہیں، اس کے باوجود میں ایسے حق گو اور حق نویس مفتیان کرام کو کیا مشورہ دے سکتا ہوں، پھر بھی دین خیر خواہی کا نام ہے جیسا کہ حدیث میں ہے اسی لئے فقیر ایک ناقص مشورہ رکھنا چاہے گا اور یہ تو ہر مفتی کی ذمہ داری ہے کہ فتویٰ نویسی میں کامل احتیاط برتا جائے، احتیاط نہ برتنا فتویٰ دینے والے کے ساتھ قوم کی شرمندگی کا سبب بن سکتا ہے اور آپسی اختلاف وانتشار کا باعث بھی جبکہ احتیاط فتویٰ نویسی کی خوبیوں میں سے ہے۔ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما کا زمانہ خیر القرون کا زمانہ تھا، اور یہ

مقدس حضرات خیار صحابہ میں سے تھے جب ان سے کسی مسئلہ کے متعلق دریافت کیا جاتا تو وہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جمع کرتے اور ان سے اس مسئلہ کے بارے میں پوچھتے، پھر جس بات پر اتفاق ہو جاتا اس کے مطابق فتویٰ صادر کرتے۔

فتویٰ دینے میں احتیاط کی چند مثالیں:

مسئلہ کا جواب اور کسی بھی مسئلہ کے بارے میں فتویٰ دینے میں احتیاط کی بہت سی مثالیں حضور رحمت عالم ﷺ اور صحابہ کرام سے تابعین اور بعد کے دور کے مفتیان کرام کی حیات میں ملتی ہیں چند ایک ذیل میں تحریر کی جارہی ہیں۔

(۱) حضرت وہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:

"کان رسول اللہ ﷺ إمام المسلمین وسید العالمین یسأل عن الشیء فلا یجیب حتی یأتیه الوحی۔"

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۴۶ نمبر ۱۵۷۸)

ترجمہ: رسول اللہ ﷺ مسلمانوں کے پیشوا اور کائنات کے سردار ہونے کے باوجود جب آپ ﷺ سے کسی چیز کے بارے میں پوچھا جاتا تو وحی آنے کے بعد ہی آپ جواب عنایت فرماتے۔

(۲) جلیل القدر تابعی عبدالرحمن بن ابی لیلی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

أدرکت عشرین ومائة من أصحاب رسول اللہ ﷺ ما منهم رجل یسأل عن شیء إلا ودّ أن أخاه کفاه..... یسأل أحدهم عن المسألة فیردها إلی هذا وهذا إلی هذا حتی ترجع إلی الأول

(نزهة الناظرین ص ۲۰)

ترجمہ: میں نے ایک سو بیس انصاری صحابہ کی صحبت پائی، ان میں سے جس سے بھی کسی مسئلہ کے بارے میں سوال کیا جاتا تو وہ یہی چاہتا کہ اس بارے میں اس

کا جواب اس کا بھائی دے (یعنی کوئی اور اہل علم دے) اور کبھی ان سے کوئی سوال ہوتا تو وہ اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرتے اور وہ تیسرے کی طرف اشارہ کرتے، یہاں تک کہ وہ سوال پہلے ساتھی کی طرف لوٹ آتا۔

(۳) معاویہ بن ابی عیاش بیان کرتے ہیں کہ ایک دن میں سیدنا عبداللہ ابن زبیر اور عاصم بن عمر رضی اللہ عنہما کی مجلس میں موجود تھا، اتنے میں محمد بن ایاس بن البکیر آئے اور کہنے لگے:

ان رجلا من اهل من اهل المدينة طلق امرأته ثلاثا قبل ان يدخل بها فما ذا تريان؟

ایک دیہاتی نے اپنی بیوی کو دخول سے قبل تین طلاقیں دی ہیں، اس بارے میں آپ دونوں کی کیا رائے ہے؟ فقال عبدالله بن الزبير ان هذا الامر مالنا فيه قول۔ تو عبداللہ بن الزبیر نے فرمایا: ہمیں اس بارے میں کچھ بھی علم نہیں، تم عبداللہ بن عباس اور ابوہریرہ سے پوچھو، ان دونوں کو میں سیدہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس چھوڑ کر آیا ہوں، ان سے پوچھ کر ہمیں بھی ان کے جواب سے آگاہ کرنا، محمد بن ایاس البکیر ان دونوں کے پاس آئے اور مسئلہ کے بارے میں ان سے دریافت کیا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا: أفته يا أباهريرة فقد جاءتك معضلة۔ اے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ایک پیچیدہ مسئلہ آیا ہے آپ ہی اس کے متعلق فتویٰ دیں، تو ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: الواحدة تبينها والثلاث تحرمها حتى تنكح زوجاً غيره۔ پہلی طلاق طلاقِ بائنہ (یعنی وہ طلاق جس میں شوہر کو رجوع کا حق ختم اور عورت کی مرضی سے نیا عقد کی گنجائش ہو) ہوگی، اور تین طلاقیں اس عورت کو حرام کر دے گی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے نکاح نہ کرلے پھر اسے طلاق ہو جائے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲ ص ۲۷۴-۲۷۵)

(۴) امام مالک بن انس رحمہ اللہ کے متعلق آتا ہے کہ:

ربما كان يسئل عن خمسين مسألة فلا يجيب في واحدة منها وكان يقول : من أجاب في مسألة فينبغي قبل الجواب أن يعرض نفسه على الجنة والنار و كيف خلاصه ثم يجيب.

ان سے پچاس مسائل کے بارے میں سوال کیا جاتا تو ان میں سے کسی کا جواب نہیں دیتے بلکہ آپ کہا کرتے تھے کہ کوئی بھی عالم جواب دینے سے قبل خود کو جنت یا جہنم پر پیش کرے اور یہ سوچے کہ نجات کس طرح ممکن ہے پھر جواب دے۔

(نزهة الناظرين ص ۲۱)

(۵) حضرت ابن عون رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں القاسم بن محمد بن ابی بکر کے ساتھ تھا، ایک شخص آیا اور کسی مسئلہ کے متعلق ان سے پوچھنے لگا، آپ نے جواب میں فرمایا: لا احسنه۔ مجھے اس بارے میں مکمل علم نہیں، تو سائل نے کہا: مجھے آپ کے پاس بھیجا گیا ہے، میں یہاں کسی عالم کو نہیں جانتا آپ ہی اس بارے میں رہنمائی کریں۔ آپ نے فرمایا: لاتنظر الى طول لحيتي و كثرة الناس حولي والله ما احسنه۔ تم میری لمبی داڑھی اور میرے اردگرد لوگوں کے ہجوم کو دیکھ کر دھوکے میں مت آؤ، واقعۃً مجھے اس بارے میں علم نہیں ہے، اسی مجلس میں موجود ادھیڑ عمر کے ایک قریشی آدمی نے کہا: اے اجنبی! تم اس مسئلہ کی بارے میں ان سے جواب کے لئے اصرار کرو، میں نے اس مجلس میں تم جیسا ہوشیار نہیں دیکھا ہے، تو القاسم نے فرمایا: لأن يقطع لساني أحب إلي من أن أتكلم بما لا علم لي به۔ میری زبان کا کٹ جانا مجھے زیادہ محبوب ہے اس بات سے کہ میں کسی ایسے سوال کے متعلق جواب دوں جس کا مجھے صحیح علم نہ ہو۔

(جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۴۴ نمبر ۱۵۷۱)

(۶) جلیل القدر تابعی ابوالمنہال بیان کرتے ہیں کہ میں زید بن ارقم اور براء بن

عازب سے رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سے کسی ایک سے (الصرف) کے بارے میں پوچھتا تو وہ دوسرے کی طرف اشارہ کرکے کہتے کہ ان سے پوچھو وہ مجھ سے زیادہ دیانتدار اور زیادہ علم والا ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۲۷۸)

(۷) امام عبدالرحمن بن مہدی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں امام مالک کی مجلس میں تھا، ایک اجنبی آیا اور کہنے لگا:

یا اباعبداللہ جئتك من مسیرة ستة اشهر حملنی أهل بلدی مسألة أسألك عنها، قال: فسل، فسأله الرجل عن مسألة، قال: لا أحسنها. قال: فبهت الرجل، كأنه قد جاء إلى من يعلم كل شيء فقال: فأي شيء أقول لأهل بلدتي إذا رجعت لهم؟ قال: تقول لهم: قال مالك: لا أحسن.

ترجمہ: حضور میں چھ ماہ کی طویل مسافت طے کرکے اپنی بستی والوں کی طرف سے بطور نمائندہ ایک مسئلہ آپ سے پوچھنے آیا ہوں، امام مالک نے فرمایا کہ پوچھو، جب اس نے مسئلہ بیان کیا تو امام صاحب نے اس کے بارے میں لاعلمی کا اظہار کیا کہ مجھے اس کا صحیح علم نہیں، ابن مہدی کہتے ہیں کہ امام صاحب کا جواب سن کر وہ آدمی دنگ رہ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ میں تو ایسے شخص کے پاس آیا ہوں جو سب کچھ جانتا ہے، اس نو وارد نے عرض کیا کہ میں اب واپس جا کر اپنی بستی والوں کو کیا جواب دوں گا جنہوں نے محض آپ سے دریافت کرنے کے لیے بطور خاص مجھے آپ کے پاس بھیجا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ اپنی بستی والوں سے کہنا مالک کہتے ہیں کہ اس مسئلہ کے بارے میں مجھے صحیح علم نہیں ہے۔ (جامع بیان العلم وفضلہ ج ۲ ص ۴۵)

(۸) حضرت عطاء ابن سائب تابعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

أدركت أقواما يسئل أحدهم عن الشيء فيتكلم وهو يرعد.

ترجمہ: میں نے کچھ ایسے اہل علم کو پایا کہ اگر ان میں سے کسی سے بھی کسی

چیز کے بارے میں پوچھا جاتا تو وہ اس کا جواب دیتے کانپنے لگتے۔
(نزہۃ الناظرین ص ۲۰)

(۹) اور حضرت ہیثم بن حمید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

شهدت مالكا سئل عن ثمان وأربعين مسألة فقال في ست و ثلاثين منها لا أدري.

ترجمہ: میں نے حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا کہ ان سے اڑتالیس مسئلہ کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے چھتیس مسائل کے بارے میں فرمایا مجھے نہیں معلوم۔ (نزہۃ الناظرین ص ۲۰)

تو یہ احتیاط ہمارے بزرگوں، اکابر فقہا کا تھا، مگر آج سوال نہیں بھی ہوتا ہے تو استفتا تیار کروالیا جاتا ہے اور بے دریغ فتویٰ کی تلوار چلا کر کسی بے گناہ اور بے قصور کی گردن اڑا دی جاتی ہے اور تکفیر کرکے ہمیشہ کے لئے بزعم خویش جہنم کی قعر عمیق میں پھینکنے کا کام انجام دیتے ہیں اور طرفہ یہ کہ اس پر شاباشی اور داد وتحسین کی امید بھی رکھی جاتی ہے اور کچھ تنظیمیں شاباشی دے بھی دیتی ہیں۔ جبکہ یہ کتنا بڑا اور کتنا بھیانک فعل ہے، اس کے تصور سے ہی کلیجہ منہ کو آجاتا ہے۔

امام اہلِ سنّت، مُجدّدِ دین وملّت مولانا شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''ہمارے ائمہ رحمہم اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اگر کسی کلام میں ۹۹ احتمال کُفر کے ہوں اور ایک اسلام کا تو واجب ہے کہ احتمالِ اسلام پر کلام محمول کیا جائے جب تک اس کا خلاف ثابت نہ ہو''۔ (فتاویٰ رضویہ ج ۱۴ ص ۶۰۴، ۶۰۵)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت مفتی محمد امجد علی اعظمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''کسی کلام میں چند معنے بنتے ہیں بعض کفر کی طرف جاتے ہیں بعض اسلام کی طرف تو اُس شخص کی تکفیر نہیں کی جائے گی ہاں اگر معلوم ہو کہ قائل نے معنئ کفر کا ارادہ کیا مثلاً وہ خود کہتا ہے کہ میری مُراد یہی ہے تو کلام کا مُحتمَل ہونا (یعنی کلام میں تاویل کا پایا

جانا) نفع نہ دیگا۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ کلمہ کے کفر ہونے سے قائل کا کافر ہونا ضرور نہیں ۔(بہارِ شریعت حصہ ۹ ص ۱۷۳)

اور صحیح بات تو یہ ہے کہ فتویٰ دینے میں جلد بازی وہی کرتا ہے جو کم علم ہوتا ہے، ورنہ مشاق و محتاط مفتی کسی بھی استفتا کا جواب دینے میں کبھی جلد بازی نہیں کرتا ہے اور نہ ہر سوال کا جواب عنایت فرمانے کے لئے قلم بے پردہ رکھتا ہے۔ حضرت سفیان عیینہ اور حضرت سحنون رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:

أجسر الناس على الفتيا أقلهم علما ۔

ترجمہ: فتویٰ دینے میں جسارت وجلد بازی سے کام کم علم ہی لیتا ہے۔

(نزہۃ الناظرین ص ۲۰)

حضرت ابووائل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا" ان من یفتی فی کل ما یستفتونہ لمجنون"

ترجمہ: جو ہر استفتا کا جواب دینے کے لئے نوک قلم چلائے پھرتا ہے وہ دیوانہ ہے۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲ ص ۴۸)

اور حضرت سحنون بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

اجرأ الناس على الفتيا اقلهم علما ،يكون عند الرجل الباب الواحد من العلم يظن ان الحق كله فيه ۔

(جامع بیان العلم وفضلہ، ج ۲ ص ۲۷۶)

ترجمہ: (بلا تحقیق) فتویٰ دینے کی جرأت کم علم ہی کرتا ہے۔ اور اس شخص کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ اس کے پاس علم کا صرف ایک ہی باب ہوتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ سارا حق اسی میں ہے۔

بعض دار الافتا اور وہاں کے مفتیوں کے حالات:

آج دار الافتا اور ان کے مفتیوں کا جائزہ لیا جائے تو ایسا لگتا ہے کہ یہ بھی بٹ

چکے ہیں اور عوام بھی اپنے اپنے حصہ کا دار الافتا اور مفتی منتخب کر چکی ہے اور ان دار الافتا کے مفتیوں کا انداز وطرز اور لب ولہجہ بھی یہ بتاتا ہے کہ انہوں نے بھی اپنے دار الافتا کے لئے افراد چن رکھا ہے، جن میں کچھ ان کے اپوزیشن والے ہوتے ہیں اور کچھ اپنی پارٹی کے جیسے سیاسی پارٹیوں میں ہوتا ہے۔ (الا ماشاء اللہ) جن کو وہ اپوزیشن سمجھ بیٹھے ہیں اگر ان کے خلاف استفتا آیا تو گھما پھرا کر، منطقی داؤ پیچ کے ذریعہ یا تو مسئلہ کو ہی پیچیدہ بنا دیتے ہیں، یا متعصب قلم کی سیاہی سے اپوزیش والوں پر ایسا حکم لگا دیتے ہیں جو شریعت کی نظر میں ہی درست وجائز نہ ہو اور پھر ایسے فتویٰ سے عوام ومعاشرہ میں بدگمانی کی لہر پیدا ہو جاتی ہے، آپسی اختلاف کا بازار گرام ہو جاتا ہے اور لوگ ایک دوسرے سے جدا ہو جاتے ہیں اور مسلمان پھر کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اور یہ اب ہمارے نیپال میں بھی ہونے لگا ہے۔ جس کی کئی نظریں ہیں، اہل فہم بآسانی سمجھ سکتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ اگر کسی اور برادری والوں کا استفتا دوسری برادری کے مفتی کے یہاں پہنچا تحریری یا صوتی واٹساپ پر تو یہ کہہ کر ٹال دیا گیا کہ ان کے اپنے برادری کے فلاں بڑا مفتی ہیں ان سے پوچھئے۔ اور ایسا ہوا ہے نیپال میں۔ اور کچھ فتویٰ دینے والے تو پارٹی بدلتے ہی رہتے ہیں اور اس ہیرا پھیری کا جو خسارہ ہوتا ہے مت پوچھئے۔ یہی دیکھ لیجئے کہ پہلے جو فتویٰ اپوزیشن والے کے خلاف دیا تھا اب اسی اپوزیشن گروپ میں جا ملنے کے بعد دوسرا فتویٰ آ جاتا ہے۔ اور یہ بھی دور نیپال میں چشم فلک نے دیکھ لیا ہے۔ اپنا ہے بندہ تو حرام وکفر کی صورت میں بھی حیلہ وتاویل غیر شرعی کا سہارا لے کر بچا لیا جاتا ہے، جبکہ اسی بندہ سے معتمد دار الافتا کے معتبر مفتی توبہ کروا لیتے ہیں۔ اور اگر بندہ اپنا نہیں ہے، اپنی پارٹی اور گروپ کا نہیں ہے، اپنے ثنا خوانوں میں سے نہیں ہے تو اگر چہ ہی وہ بندہ کتنی ہی عظیم شخصیت کیوں نہ ہو تو اب حضور والا کی تاویل کے سارے دروازے بند، حیلہ کا خزانہ خالی ہو جاتا ہے اور تکفیر یا گمراہی اور ناجائز وگناہ کے احکام کی تنفیذ ان کے قلم سے ہو جاتی ہے۔

ہمارے دَور میں ڈالیں خرد نے اُلجھنیں لاکھوں
جنوں کی مُشکلیں جب ہوں گی آساں ہم نہیں ہوں گے
نہ تھا اپنی ہی قسمت میں طلوعِ مہر کا جلوہ
سحر ہو جائے گی شامِ غریباں ہم نہیں ہوں گے

اللہ کرے اب ایسا دور نہ دیکھنا پڑے اور ارباب فتویٰ کے اندر دعوت وتبلیغ کا جذبہ بھی بیدار ہوجائے اور وہ کسی ایک خاص طبقہ، یا برادری اور گروپ کے مفتی بن کر نہ متعارف ہوں اور نہ رہیں بلکہ وہ اہل سنت کے ہر طبقہ و برادری کے مفتی ہوں اور اپنے غیر جانبدارانہ شرعی فتویٰ سے دعوت وتبلیغ اور احکام شرع کی اشاعت وتشہیر کا خوبصورت، محبوب و مطلوب فریضہ انجام دینے میں ایک لمحہ اور ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں کریں گے۔ وہ یہ بھی عہد کرلیں کہ وہ نائبین و وارثین انبیائے کرام بن کر اور نبی آخر الزمان رسول اکرم ﷺ کی سچی نیابت کا حق ادا کرنے کے لئے رسول اقدس ﷺ لئے اللہ جل جلالہ کی طرف سے اس ارشاد ''وَأَرْسَلْنَاكَ لِلنَّاسِ رَسُولًا ۔ (نساء: ۷۹) کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہر اس شعبہ کو اپنی دعوت وتبلیغ کا محور ومرکز بنائیں گے جسے رسول اللہ ﷺ نے اختیار فرمایا۔

دارالافتا کے مسند نشینوں کی صرف اتنی سی ذمہ داری نہیں کہ ان حضور والا کے پاس استفتا آیا اور یہ صاحب وضو کا لوٹا پھینک کر فورا جواب دینے کے لئے قلم سنبھالا اور جھٹ سے جواب لکھ دیا نہیں یہ وصف تو قطعی درالافتا کے مفتیوں کا نہیں ہے اور یہ بھی جانتے ہیں مگر اس کے باوجود اکثر وبیشتر ایسا ہوتا ہے اور جس کے منفی اثرات ونتائج اور ان کی تباہ کاریاں بھی عیاں ہیں۔ اس لئے ان کے اندر بہت سی خوبیوں کے ساتھ اخلاص، قوت تدبر، احتیاط، جذبہ دینی، معاشرہ کو آپس میں مربوط کرنے اور دعوت وتبلیغ جیسی خوبیوں اور مقاصد حسنہ کی طرف بھی نظر ہونی چاہئے تب جا کر فتویٰ کی عزت بھی بچی رہے گی اور اس پر قوم کا اعتماد بھی اور ایک خوبصورت دینی معاشرہ کی تشکیل بھی متوقع

ہوگی اور علما بیزاری کی بو لوگوں میں پائی جاتی ہے وہ بھی ختم ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امت کے ہر طبقہ تک پہنچ کر کلمہ توحید کی دعوت دی، اپنی رسالت ونبوت کا پیغام پہنچایا۔ حضور اکرم ﷺ کا دعوت وتبلیغ کا جو انداز واسلوب لاجواب تھا وہ تاریخ کی کتابوں میں اور سیرت کے ابواب میں چاند و سورج کی طرح چمک اور دمک رہا ہے، اسے اپناتے ہوئے ہمیں اپنا فرض منصبی پورا کرنا چاہئے۔ نبی کریم ﷺ نے مشرکوں کو، یہودیوں کو، عیسائیوں کو، منافقین کو مجوسیوں کو، پادریوں کو، ہر مذہب کے اچھے برے افراد کو، ہر جابر وظالم کو، سرکش وہٹ دھرم کو، خویش واقارب کو، خواتین کو، بوڑھے اور جوانوں کو، بچوں، بیماروں اور جاں بلبوں کو، کاشت کاروں کو، تاجروں اور سوداگروں کو، فقراء کو، اغنیا کو، شہری کو اور بدوؤں کو بھی، میلہ و بازار میں، شاہوں کے دربار میں، پہاڑوں کی چٹانوں پر، مساجد میں، گھروں میں، حج وعمرہ کے مواسم میں، وفود وسفرا کو، مختصر یہ کہ رحمت عالم، داعی برحق، نبی اکرم ﷺ نے ہر طبقہ کو دعوت دین حق دی ہے اور حسن اخلاق، لینت وشفقت سے دین کو عام فرمایا اور ہمیں بھی اسی انداز میں دین کی تبلیغ کا حکم فرمایا اور جس نے بھی اس نبوی اسلوب اور آپ ﷺ کے اس پیارے منہج کو اپنا کر نیکی اور دین اسلام اور اس کی تعلیمات کی تبلیغ وترسیل کی اسے کامیابیاں ملی ہیں اور تاریخ نے اس کے اس انداز تبلیغ کو صفحہ قرطاس پر منقش کردیا ہے۔

مگر ہمارے اکثر یا بعض دارالافتا کا رویہ تعصب وتنفر اور تشتت وتشدد والا ہے جو منہج نبوی کے خلاف اور قرآنی اصول ﴿ ادْعُ إِلَى سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ ﴾ (النحل: ۱۲۵) سے ہٹ کر ہے جو کہ بہت بڑا المیہ اور افسوسناک پہلو ہے اور حیرت بالائے حیرت یہ کہ اسی کو وہ بہت بڑا کارنامہ تصور کر بیٹھے ہیں اور اپنی محدود دنیا سے باہر جھانکنے کا نام نہیں لیتے اور بہت ہوگیا تو روایتی غیر نفع بخش اسٹیجوں تک پہنچ گئے اور بس۔ ہاں کچھ مفتیان کرام اور

دعاۃ مخلصین آج بھی اپنے وجود پرنور سے دینی معاشرہ کو زندہ وتابندہ اور گرم رکھے ہوئے ہیں اور کچھ فتویٰ کی زد میں آکر گمراہ رہے ہیں۔

یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ کچھ دارالافتا کے مفتیان کرام بعض مسائل و حالات میں شریعت کی جانب سے دی گئی رعایت وسہولت کا ایسا بیجا اور غلط استعمال و انطباق کرتے ہیں کہ جہاں بآسانی شرعی اصول واحکام پرعمل کیا جاسکتا ہے وہاں بھی سہولت وتعامل کا بہانہ بنا کر امور محرمہ میں بھی جواز کا فتویٰ دے کر بہت سے گناہوں کے دروازے کھول دیتے ہیں۔قشقہ کو دیکھ لیجئے ،اسی طرح نمسکار ونمستے کو دیکھ لیجئے کچھ لوگ یہ بہانہ بنا کر اپنے ہم فکر وخیال والے دارالافتا کے فتویٰ دینے والوں سے تعامل و مجبوری کا حوالہ دے کر جواز کا فتویٰ حاصل کرنے کی سعی کرتے ہیں،جبکہ ملک نیپال جیسے ملک جہاں حیلہ ساز مجبوری کا بہانہ بناتے ہیں ہم دیکھتے ہیں کسی طرح کی مجبوری نہیں ہوتی ہے، ہاں ایک آدھ جگہ ہے تو شریعت نے اس کے لئے احکام واضح کردئے ہیں،مگر اکثریت مجبوری نہیں بلکہ حیلہ سازی کا کرشمہ سازی ہوتی ہے۔اگر آج نمسکار و قشقہ کو جائز قرار دیا جائے تو کل بی جے پی والوں کے جبری اور مشہور جدید طریقے کا کلمات آداب جو کہ ہندوؤں کے اجودھیائی پیشوا کے نام پر رائج کیا گیا ہے انہیں بھی جائز کروانے کی کوشش کریں گے جبکہ اس کے کفر ہونے میں کسی کو بھی ایک ذرہ نہ تردد ہوگا اور نہ شبہ۔اسی طرح قشقہ کے بعد اور بھی شعائر کفار کو مجبوری کا بہانہ بنا کر جائز کروالیا جائے گا۔

ارے صاحبو! نمسکار ونمستے والے غیر مسلم اپنے شعار کو عام تو بڑی آسانی سے کر لیتے ہیں اور آپ ہیں کہ انہیں کو قبول کرنے کے بہانے ڈھونڈھتے ہیں،اس کی جگہ آپ کم سے کم اپنے لفظ آداب کو عام کیجئے ،جس میں بہت حد تک حفظ وامان ہے۔اور جہاں تک ہوسکے یہ کہنے سے بھی بچئے۔ بچنے والوں کے لئے ہزار راستے ہیں اور بہانہ والوں کے لئے ایک بھی مشکل ہے۔اس لئے شریعت کے معاملے میں دخل اندازی کی بجائے

شریعت کے اصول پرعمل کر کے اپنی زندگی کو ہر طرح کے مشکلات سے بچائے اور بہانہ بازی کے ذریعہ دشوار نہیں بنائے۔تعامل ومجبوری کا بہانہ بنا کر خود کو گرداب بلا میں نہ ڈالئے۔آپ جتنا بھی فتویٰ امور محرمہ کو جائز کرنے کے لئے جس بہانے سے بھی دیں لیں اگر وہ نظر شریعت میں جواز کی کوئی بھی گنجائش نہیں ہے تو آپ کے فتویٰ سے کچھ بھی نہیں ہوگا اور وہ حرام کے حرام ہی رہیں گے،ہاں گناہ ووبال آپ پر ضرور رہے گا۔اور یہ بہانہ بھی نہیں چلے گا کہ مجتہد اگر غلطی پر ہوتا ہے تو اجر اور خطا کر جائے تو معاف تو یہ بہانہ بھی نہیں چلے گا کہ آپ نہ مجتہد ہیں اور نہ اس درجہ پر فائز ہیں اور نہ آپ کا کوشش اجتہادی بلکہ حیلہ سازی کی کرشمہ سازی ہے تو گناہ ہی گناہ اور وبال ہی وبال۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہو گا نغمۂ توحید سے